


شیخ العلما، زبدۃ الاماثل حضرت مولانا حافظ وقاری محمد غلام یاسین رضوی القادری مصباحی دست گرفتہ حضور تاج الشریعہ ازہری میاں علیہ الرحمہ، مفتی اعظم مہاراشٹرا اشرف الفقہاء علامہ مجیب اشرف رضوی القادری علیہ الرحمہ اور حضور گلزار ملت دام اقبالہ کے خلیفہ ومجاز کی سوانح حیات بنام





محمد ساجد رضا قادری مرتضوی

امام جامع مسجد ویرانہ گٹہ منڈل رنجل ضلع نظام آباد

ناشر

مکتبہ برکات رضا بودھن




جملہ حقوق بحق مولف محفوظ ہیں

کتاب: دبستان یاسینی

مولف: محمد ساجد رضا قادری مرتضوی

کمپوزنگ: محمد احتشام رضا

تعداد:

ناشر: مکتبہ برکات رضا بودھن

سن اشاعت: 1447ھ/2026ء

بموقع: جشن سیلور جوبلی احاطہ مرکز اہل سنت رضائے مصطفی بودھن

{ملنے کے پتے}

تحریک فیضان لوح وقلم، دفتر جگناتھ پور، وایا بارسوئی ضلع کٹیہار [بہار]

Contect:7970960753

حفیظ ملت اکیڈمی خانقاہ لطیفیہ تکیہ رحمن پور بارسوئی کٹیہار [بہار]

Contect:919572764074

دارالعلوم رضائے مصطفی بودھن ضلع نظام آباد [تنگانہ]

Contect:919949258474

جامع مسجد محمدی ومدرسہ محمدیہ رنجل ضلع نظام آباد [تلنگانہ]

Contect:9542581380

دارالعلوم اہل سنت انوارالعلوم ہاشمی کالونی نظام آباد [تلنگانہ]

جامعہ تاج الشریعہ دھامی گچھ سونا پور اسلام پور دیناج پور

Contect:6297289394

جامعہ تاج الشریعہ بنگلور Contect:8250511449

مشمولات

باب اول [الف]

باب [ب] خاندانی پس منظر

باب دوم: حیات شیخ العلما کے تابندہ نقوش

باب سوم: وہابیوں کی سرکوبی میں کردار

باب چہارم: مسلک اعلیٰ حضرت کا سپاہی

شرف انتساب

میں اپنی اس حقیر کاوش وکوشش کو تمام اساتذہ کرام کے نام منسوب کرتاہوں، جن کی ادنیٰ تربیت نے قلم تھامنے کا ہنر سکھایا۔

ایک نیازمند شاگرد کی طرف سے ایک استاذ گرامی کی بارگاہ میں ان کی سوانح حیات کاانمول تحفہ۔

سراپانیاز وسپاس گزار

محمد ساجد رضا قادری مرتضوی

عفی عنہ ربہ القوی

پیش گفتار

آبادپور[تحصیل بارسوئی] کی سرزمین کا یہ وہ گل سرسبد ہے، جن کی صدا بہار خوشبو سے تلنگانہ، کرناٹک، مہاراشٹر، اترپردیش، بہار اور بنگال کے انفس وآفاق مہک رہے ہیں، لہک رہے ہیں، یہ وہ مہتاب ہے جن کی ٹھنڈی ٹھنڈی شیتل چھاؤں میں سیکڑوں انسانوں نے اپنی علمی وروحانی پیاس بجھائی، اس چمکتے سورج، دمکتے چاند کو علمی دنیا حضرت مولانا حافظ وقاری محمد غلام یاسین رضوی القادری کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے، اللہ تعالی نے آپ کو ظاہری شکل وصورت سے کہیں زیادہ باطنی صفات سے مرصع فرمایاہے، آپ ایک لاجواب اور زبردست حافظ قرآن اور مقری ہے، عالم باعمل اور خداترس ہے، خلیق وملنسار ہے، نظام آباد کی سرزمین میں آپ کی دینی وعلمی خدمات کا سلسلہ پچھلے پچیس سالوں پر محیط ہے، سیکڑوں علماو مشائخ، حفاظ وقرآء آپ کے بلا واسطہ اور بالواسطہ شاگرد ہیں۔ جو ہندوستان کے مختلف صوبجات میں پھیل کر دینی وقومی اور ملی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ کی خدمات کے وسیع اثرات کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ واقعی ''شیخ العلما'' اور ''زبدۃ الاماثل'' جیسے القاب کے بجاطور پر حقدار ہیں اور فقیر راقم الحروف نے آئندہ سطور میں حضرت کا نام لئے بغیر اسی لقب ''شیخ العلما'' کو ہی لکھنے کا اہتمام والتزام کیا ہے۔ ان شاء اللہ مولیٰ تعالیٰ۔ اور اللہ تعالی اس لقب کو حضرت کے لئے خلق خدا کی زبان میں جاری فرمائے۔ آمین

یہ کتاب پچھلے برس یعنی سن 2025ہی کو لکھ کر تیار کرلیا گیا تھا، لیکن کہتے ہیں نہ کہ ہر کام کا ایک وقت ہے، اسے چھاپ کر شائع کرنے کا خیال تو تھا مگر فکر فردا پہ ٹلتا رہا، اور اب اس کی اشاعت کا وقت آ گیا، کیوں کہ حضرت شیخ العلماء کا مرکز اہل سنت رضائے مصطفی بودھن ضلع نظام آباد میں اپنی خدمات کا سلسلہ دراز چھبیسواں سال چل رہا ہے۔ اسی خوشی میں اراکین مرکز نے آپ کا ''سیلور جوبلی'' منانے کا عزم مصمم کیا ہے، اس پل کو یادگار بنانے کے لئے اس سے بہتر موقع اور کوئی ہو نہیں سکتا، کہ حضرت شیخ العلماء کے احوال زندگی وکوائف بندگی پر مبنی ''سوانح

حیات'' کو منظر عام پر لایا جائے۔جس میں بلاد نظام آباد اور بودھن کی دینی وملی اساسی خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اس کتاب میں جو کچھ لکھا گیا وہ نجی معلومات اور کتب تواریخ و نیز خود صاحب سوانح سے دریافت کر کے گلدستے میں پیرو دیا گیا ہے،لیکن اس کی پروف ریڈنگ کے لئے جس کو دیا گیا تھا،سال گزرنے کے باوجود اب تک امروز فردا میں ٹالتے رہے،مگر ایفاء نہ کر سکے یہاں تک کہ اس کی اشاعت کا وقت قریب آ گیا۔اسی لئے اگر کہیں کمپوزنگ کی غلطیاں ہوں،یا عبارت آرائی کے سلسلہ کا ربط وضبط،اور فنی وتکنیکی خرابیاں ہوں اس کے لئے معذرت خواں ہیں۔

اور آخر میں شکر گزار ہوں مفتی جلیل حضرت علامہ مفتی سبطین رضا سبطین مرتضوی کا کہ انہوں نے اپنی مصروفیات کے باوجود ایک گراں قدر مقدمہ کم وقت میں لکھ کر بھیج دیا،ان کے علامہ مولانا رحمت حسین شریفی صاحب اور فاضلہ مفتی یوحانیذ نستعین کا کہ انہوں نے بھی تاثرات پیش کیں،اللہ تعالیٰ ان سبھوں کے علم وعمل میں بے انتہا برکتیں سعادتیں اور نعمتیں عطا فرمائیں۔
اور آخر میں دعا ہے اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول انام فرمائے۔آمین

فقط

یکے از شاگرد

خادم علمائے اہل سنت

مقدمہ

مقدمہ نگار ایک عظیم ''مفتی'' اور ایک ادارہ کے مدرس ہیں، نیز سہ ماہی مناظر اہل سنت کے مدیر بھی ہیں، سابق میں قاضی کے منصب پر بھی فائز رہ چکے ہیں، شاعر بھی ہیں، اس باکمال شخصیت کا نام حضرت علامہ مولانا مفتی محمد سبطین رضا سبطین مرتضوی ہے۔

الحمد للہ رب العالمین، والعاقبۃ للمتقین، والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین، وعلی آلہ واصحابہ الذین ھم نجوم الھدیٰ وورثو الکتاب والحکمۃ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے کائناتِ ہست وبود کی تخلیق فرمائی اور انسان کو اشرف المخلوقات کے عظیم منصب پر فائز کیا۔اس شرف اور فضیلت کی بنیاد محض مادی وجود نہیں، بلکہ وہ جوہرِ لطیف ہے جسے ''علم'' کہا جاتا ہے۔وہی علم جس کی بدولت آدم علیہ السلام کو مسجودِ ملائک بنایا گیا اور وہی علم جو معرفتِ الٰہی کا سب سے بڑا ذریعہ ٹھہرا۔قرآنِ حکیم نے جا بجا علم اور اہلِ علم کی رفعت کا اعلان فرمایا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَرْفَعُ اللهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَات''
[اللہ تم میں سے ایمان والوں کے اور ان کے جنہیں علم دیا گیا، درجے بلند فرماتا ہے]۔

یہی وہ علمِ دین ہے جس کی شمع لے کر انبیا علیہم السلام تشریف لائے اور پھر ان کے بعد یہ مقدس امانت ان کے حقیقی وارثین یعنی ''علما'' کے سپرد کی گئی۔حدیثِ مبارکہ میں علما کو ''ورثۃ الانبیاء'' قرار دینا اس حقیقت کی دلیل ہے کہ منصب نبوت کے بعد اشاعتِ دین، اخلاقِ حسنہ کی ترویج اور باطل کے سامنے سینہ سپر ہونے کی ذمہ داری انہی نفوسِ قدسیہ کے کندھوں پر ہے۔تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی معاشرے میں جہالت کی تاریکی پھیلی، اللہ رب العزت نے اپنے انہی برگزیدہ بندوں کے ذریعے حق کا چراغ روشن کیا۔زیرِ نظر تصنیف ''دبستانِ یاسینی'' دراصل

اسی تسلسل کی ایک کڑی ہے جو ایک ایسی ہی جلیل القدر شخصیت کی حیاتِ مستعار کا آئینہ دار ہے۔

سوانح نگاری: فن اور روایت کا علمی سنگم

سوانح نگاری اور تذکرہ نویسی کی روایت اسلامی تاریخ کا وہ درخشندہ باب ہے جس نے صدیوں کے علمی و عملی اثاثوں کو محفوظ کر رکھا ہے۔ علمائے امت نے ہمیشہ اس بات کی ضرورت محسوس کی کہ اپنے اکابر اور مصلحین کے حالاتِ زندگی کو قلم بند کیا جائے، تاکہ آنے والی نسلیں نہ صرف ان کی علمی جلالت سے واقف ہوں، بلکہ ان کے نقشِ قدم پر چل کر زندگی کے کٹھن مراحل میں رہنمائی حاصل کر سکیں۔

''دبستانِ یاسینی'' محض ایک فردِ واحد کی داستانِ حیات نہیں، بلکہ یہ اس عہد کی پوری مذہبی و سماجی تاریخ کے گرد گھومتی ہے۔ مصنف نے کمالِ عرق ریزی سے ان تمام بکھرے ہوئے موتیوں کو ایک لڑی میں پرو دیا ہے جو اہل سنت و جماعت کی فکری تاریخ کا حصہ ہیں۔ کسی بھی شخصیت کی علمی وتحریکی خدمات کو اس وقت تک کماحقہ نہیں سمجھا جا سکتا جب تک اس کے اسلوب، اس کی فکر اور اس کے پیدا کردہ تعلیمی اثرات کا گہرا مطالعہ نہ کیا جائے۔ یہ کتاب اسی مطالعے کی ایک بہترین کڑی ثابت ہوگی۔

سیرت و کردار کا سنگِ بنیاد اور علمی فیضان:

حضرت شیخ العلما کی شخصیت کی تعمیر میں ان اساتذہ اور اداروں کا بڑا دخل ہے جہاں سے انہوں نے علم کے جام پیئے۔ آپ کی علمی زندگی کا رخ اس وقت متعین ہوا جب آپ نے اکابرِ وقت کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ آپ کی تربیت میں جہاں فقہی استحضار شامل تھا، وہی روحانی نسبتوں نے آپ کے قلم اور زبان میں وہ کاٹ پیدا کر دی جو باطل عقائد کے پرخچے اڑانے کے لیے کافی تھی۔

آپ نے اپنی پوری زندگی ''رضویات'' کی اشاعت اور مسلکِ حق کے تحفظ کے لیے وقف کر دی۔ آپ کی اس علمی پختگی نے آپ کو اپنے معاصرین میں ممتاز کر دیا۔ آپ صرف ایک مدرس ہی نہیں تھے، بلکہ ایک ایسے مربی ثابت ہوئے جنھوں نے اپنے شاگردوں کے سینوں میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع روشن کی۔ آپ کی زندگی کا مطالعہ بتاتا ہے کہ ایک سچا عالمِ دین وقت کے فتنوں سے آنکھیں نہیں چراتا، بلکہ وہ حق کی مشعل لے کر اندھیروں کا تعاقب کرتا ہے۔ آپ کی شخصیت علم و عمل کا وہ حسین سنگم ہے جہاں سے پیاسے اپنی علمی پیاس بجھاتے ہیں۔

ادارہ سازی کا فلسفہ اور تعلیمی انقلاب:

تاریخ عالم شاہد ہے کہ افکار اور نظریات اس وقت تک پائیدار بنیادیں حاصل نہیں کر سکتے جب تک انہیں ''اداروں'' کی شکل نہ دے دی جائے۔ حضرت شیخ العلما نے اپنی بصیرت سے یہ بھانپ لیا تھا کہ اگر اہل سنت کی بقا مقصود ہے، تو ایسے قلعے تعمیر کرنے ہوں گے جہاں سے صحیح عقائد کی حامل نسلیں تیار ہوں۔

مرکز اہل سنت دار العلوم رضائے مصطفی بودھن اس حقیقت کا واضح ثبوت ہے، کہ اگر ارادے بلند ہوں اور نیت میں اخلاص ہو، تو مادی وسائل کی کمی کبھی رکاوٹ نہیں بنتی۔ یہ ادارہ صرف ایک مدرسہ نہیں ہے، بلکہ یہ مسلکِ حق کے تحفظ کا وہ مورچہ ہے جہاں سے پورے خطے میں علم و عرفان کا فیض تقسیم ہو رہا ہے۔ جسے آپ نے خونِ جگر سے سینچ کر ایک گمنام ''مدرسہ'' سے ''دار العلوم'' پھر ''مرکز اہل سنت'' تک کا سفر طئے کرایا، آپ نے ثابت کیا کہ ایک مخلص داعی اپنی محنت سے علمی بنجر پن کو بھی گلستاں میں بدل سکتا ہے۔ ادارہ سازی کے اس عمل میں آپ نے جس صبر اور استقامت کا مظاہرہ کیا، وہ آج کے دور کے منتظمینِ مدارس کے لیے ایک مکمل نصاب کی حیثیت رکھتا ہے۔

دفاعِ مسلک اور جراتِ رندانہ:

حضرت شیخ العلما کی زندگی کا ایک نہایت اہم پہلو ''احقاقِ حق اور ابطالِ باطل'' ہے۔ آپ نے صرف مدرسے کی چہار دیواری تک خود کو محدود نہیں رکھا۔ جب باطل نے سر اٹھایا، تو آپ میدانِ عمل میں نکل آئے۔ کتاب میں مذکور علمی معرکے اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے ہمیشہ دلائل کے انبار سے مخالفین کو مغلوب کیا۔

آپ کی علمی جرات کا یہ عالم تھا کہ آپ نے مباحثوں کے دوران ہمیشہ مسلکِ اعلیٰ حضرت کی ترجمانی فرمائی اور مخالفین کی معتبر کتابوں کے حوالے دے کر ثابت کیا کہ حق صرف اور صرف ''سوادِ اعظم''، یعنی اہل سنت و جماعت کے پاس ہے۔ یہ جدوجہد صرف زبانی کلامی نہ تھی بلکہ آپ نے تحریر وتقریر کے ذریعے بھی باطل کا رد کیا۔ آپ کی بصیرت کا نتیجہ تھا کہ جس طرف بھی آپ کا فیض پہنچا، وہاں بدعقیدگی کے بادل چھٹے اور سنت و شریعت کا سورج طلوع ہوا۔

تنظیمی بصیرت اور ملی وحدت:

حضرت کی خدمات کا ایک اور نمایاں رخ آپ کی ''تنظیمی بصیرت'' ہے۔ آپ نے

محسوس کیا کہ بکھرے ہوئے افراد باطل کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار نہیں بن سکتے۔اسی لیے آپ نے مختلف پلیٹ فارمز کے ذریعے اہل سنت کو ایک مرکز پر متحد کیا۔

تربیتی کیمپوں کا قیام ہو یا ملی مسائل پر دوٹوک موقف اختیار کرنا، آپ نے ہمیشہ اجتماعی مفادات کو اپنی ذات پر ترجیح دی۔آپ نے ثابت کیا کہ ایک عالمِ دین کو محض حجرے تک محدود نہیں ہونا چاہیے بلکہ اسے قوم کی نبض پر ہاتھ رکھنا چاہیے۔آپ کی یہ ملی خدمات آنے والی نسلوں کے لیے ایک روشن راستہ فراہم کرتی ہیں۔خصوصاً خواتین کی دینی تعلیم اور ان کی اخلاقی اصلاح کے لیے آپ کی مساعیِ جمیلہ سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔

مصنف کتاب کی علمی جانفشانی:

کسی بھی شخصیت کی حیات وخدمات پر قلم اٹھانا ''پل صراط'' پر چلنے کے مترادف ہوتا ہے، جہاں ایک طرف حقائق کی درستی کا تقاضا ہوتا ہے تو دوسری طرف اسلوبِ بیاں کی چاشنی برقرار رکھنی پڑتی ہے۔''دبستانِ یاسینی'' کے مصنف، مخلصِ ملت، خلیفہ مناظر اہلسنت حضرت مولانا ساجد رضا مرتضوی صاحب اس کٹھن امتحان میں سرخرو نظر آتے ہیں۔انہوں نے جس عرق ریزی، محبت اور علمی دیانت کے ساتھ حضرت شیخ العلما کی زندگی کے گوشوں کو وا کیا ہے، وہ ان کے پختہ علمی شعور کا بین ثبوت ہے۔

مصنف نے اس تصنیف کے لیے جس طرح بکھرے ہوئے مواد کو یکجا کیا، پرانے ریکارڈز کی دھول جھاڑی اور تاریخ کے گم گشتہ اوراق کو دستاویزی شکل دی، وہ ان کی اپنے مربی اور شیخ سے سچی وابستگی کا اظہار ہے۔ایک ایسے دور میں جب علمی کاموں سے رغبت کم ہوتی جا رہی ہے، مولانا ساجد رضا صاحب نے تحقیق کا حق ادا کرتے ہوئے یہ ثابت کر دیا کہ وہ نہ صرف ایک اچھے قلمکار ہیں، بلکہ اپنے اکابر کے علمی ورثے کے امین بھی ہیں۔

ان کے اسلوبِ نگارش میں جہاں سادگی اور سلاست ہے، وہی معانی کا ایک سمندر بھی پوشیدہ ہے۔انہوں نے الفاظ کو محض ترتیب نہیں دیا بلکہ ان میں عقیدت کی روح پھونکی ہے، جس کی وجہ سے یہ کتاب محض ایک سوانح نہیں بلکہ ایک ''زندہ جاوید تحریک'' بن گئی ہے۔اہل سنت کے علمی حلقوں میں ان کی اس کاوش کو یقیناً قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا اور آنے والے وقت میں یہ کتاب سوانح نگاری کے باب میں ایک اہم سنگِ میل ثابت ہوگی۔

آخر میں دعا ہے کہ مولیٰ تبارک وتعالیٰ اس علمی وسوانحی کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ

قبولیت عطا فرمائے۔حضرت شیخ العلما کا سایہِ عاطفت ہم پر تادیر قائم ودائم رکھے، انہیں صحت و سلامتی کے ساتھ درازیِ عمر عطا فرمائے اور ان کے لگائے ہوئے اس علمی چمن کو مزید شاداب کرے۔

اللہ تعالیٰ مصنف اور ان تمام احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے جنھوں نے اس کتاب کی اشاعت میں کسی بھی طور پر تعاون کیا۔مولیٰ ہمیں اپنے اکابر کے نقشِ قدم پر چلنے اور مسلکِ حق کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

محمد سبطین مرتضوی

ایڈیٹر: سہ ماہی صدائے مناظر اہل سنت دنیاج پور

20/01/2026

تاثرات

آپ حضرت شیخ العلما مولانا حافظ محمد غلام یاسین رضوی القادری مصباحی مدظلہ کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں، اور عالمہ فاضلہ اور مفتیہ ہیں، اپنے والد کے تئیں تاثرات کو تقریظ کی صورت میں زیب قرطاس فرمائیں۔

فانوس بن کر جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

یہ کتاب میرے والدِ محترم کی زندگی کی ایک ایسی تصویر ہے جو محبت، قربانی، اور صبر وایثار کے حسین رنگوں سے سجی ہوئی ہے۔ ان کی زندگی ایک ایسی شمع کی مانند تھی جو کبھی مدھم ہوتی، کبھی روشن، لیکن کبھی بجھنے نہ پائی۔ وہ روشنی جو انہوں نے اپنے کردار، اخلاق، اور دین داری کے ذریعے پھیلائی، آج بھی ہماری زندگیوں میں اجالا کیے ہوئے ہیں۔

آپ نے اپنی زندگی کے ہر رشتے کو نہایت خوبی اور ذمہ داری سے نبھایا۔ وہ ایک مثالی بیٹے تھے، جنہوں نے ہمیشہ اپنے والدین کی خدمت کو اپنا سب سے بڑا فرض سمجھا۔ فرمانبرداری اور خدمت گزاری ایسی تھی کہ کبھی زبان سے کوئی شکوہ یا نافرمانی کا لفظ نہ نکالا، ان کے والدین کی دعاؤں کا عکس ان کی زندگی میں ہمیشہ نمایاں رہا۔

بطور والد، ان کی محبت اور شفقت کا عالم ایسا تھا کہ الفاظ اس کو بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ ان کی بیٹیوں کے لیے ان کا جذبہ وہ تھا جو شاید دنیا میں کسی اور نے نہ دکھایا ہو، ان کی بے پناہ محبت دیکھ کر مجھے ہمیشہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی وہ حدیث یاد آتی ہے۔

جس نے اپنی دو بیٹیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہو گئیں، وہ قیامت کے دن میرے ساتھ اس طرح ہوگا جیسے یہ دو انگلیاں۔

آپ نے نہ صرف اس حدیث کو عملی جامہ پہنایا بلکہ اپنی بیٹیوں کے لیے ایک ایسی محبت کا نمونہ پیش کیا جس کا تصور بھی عام لوگوں کے لیے مشکل ہے۔

ایک مرتبہ میرے والد کریم نے مجھے وہ بات کہی جو میری زندگی کا سب سے جذباتی لمحہ اور یادگار بن گئی۔ میرے نکاح کے بعد، انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ:

’’بیٹی، اگر یہ دنیا کا دستور نہ ہوتا کہ بیٹیوں کو رخصت ہونا پڑتا ہے، تو میں تمہیں کبھی رخصت نہ کرتا۔ جو باپ اپنی پوری زندگی اپنے بیٹوں کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے، وہ بیٹیوں کو کیوں نہیں؟‘‘

یہ سن کر میری آنکھوں سے بے ساختہ آنسو بہہ نکلے۔ ان کا یہ جملہ آج بھی میرے دل کو جھنجھوڑ دیتا ہے۔ کیوں؟ کہ یہ صرف الفاظ نہیں، بلکہ بے مروت زمانے کی رسم کے ہاتھوں مجبور ایک باپ کے دل میں پیوست نشتر ہے، جو ہر باپ کے دلوں میں کچو کے لے رہا ہے، اس اظہار محبت میں ایک باپ کی محبت کی وہ گہرائی پنہاں ہے جسے کوئی اولاد ناپ نہیں سکتی۔

ازدواجی زندگی میں وہ اپنی بیوی کے لیے ایک ایسی شخصیت ہے جن کی مثال ملنا مشکل ہے۔ ہمیشہ محبت، عزت اور صبر وایثار کے ساتھ اپنے شریکِ حیات کے حقوق ادا کرتے ہیں۔ ان کی محبت بھری زندگی نے یہ سکھایا کہ ازدواجی زندگی تبھی کامیاب ہوتی ہے جب اس میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایثار، قربانی شامل ہوں۔

بھائی کے طور پر وہ سب سے چھوٹے ہونے کے باوجود سب کے لیے ایک مثال تھے۔ انہوں نے ہمیشہ اپنے بڑے بھائیوں کی عزت کی اور کبھی ان کے سامنے کوئی ایسی بات نہیں کیں جو ان کے احترام کے منافی ہو۔ ان کا یہ رویہ ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ ادب اور محبت ہی وہ اقدار ہیں جو رشتوں کو مضبوط بناتی ہے۔

آپ کی دین داری بھی ایک سب سے نمایاں خوبی ہے۔ نماز اور روزے کے معاملے میں وہ کبھی غفلت کا شکار نہیں ہوئے۔ میں نے اپنی پوری زندگی میں انہیں کبھی نماز قضا کرتے نہیں دیکھا، سوائے سفر کے دوران۔ ایک بار وہ ایک اونچی جگہ سے گر کر شدید زخمی ہو گئے تھے، جسم کے ساتھ ساتھ ان کے گھٹنوں میں بھی شدید چوٹیں آئی تھیں، لیکن اس حالت میں بھی انہوں نے اپنی نمازیں ترک نہیں کیں۔ وہ ہمیشہ کہتے تھے کہ انسان کی سب سے بڑی پہچان اس کا اللہ کے ساتھ تعلق ہے، اور یہ تعلق کبھی کمزور نہیں ہونا چاہیے۔

آپ کی زندگی میں مشکلات اور آزمائشوں کی کمی نہیں تھی۔ لوگ ان پر انگلیاں اٹھاتے، اعتراضات کرتے، اور ان کے راستے میں مشکلات کھڑی کرتے، لیکن انہوں نے ہمیشہ صبر سے کام لیا۔ وہ ہمیں یہ کہہ کر تسلی دیتے:

’’جب ہمارے آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کو لوگوں نے تکلیف پہنچائی اور

انہوں نے صبر کیا، تو ہم کیوں نہ کریں؟''

یہ محض الفاظ نہیں بلکہ ان کی زندگی کا اصول ہے اور ہمیں ہمیشہ زندگی کے ہر مشکل لمحے میں صبر اور حوصلے کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔

ان کی پہلی تنخواہ صرف 2000 روپے تھی اور اس مہنگائی کے دور میں بھی انہوں نے کبھی اللہ کا شکر ادا کرنا نہیں چھوڑے۔ وہ ہمیشہ کہتے تھے کہ شکرگزاری انسان کو اللہ کی نعمتوں سے نوازتی ہے۔ قرآن کی یہ آیت ان کی زندگی کا عملی نمونہ ہے:

''لَئِن شَکَرتُم لَاَزِیدَنَّکُم''

[اگر تم شکر ادا کروگے تو میں تمہیں مزید عطا کروں گا۔]

زکوٰۃ اور صدقات میں آپ نے کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔ لوگ اکثر حیران ہو کر کہتے کہ ان کے پاس اتنی برکتیں کہاں سے آتی ہیں۔ میں ہمیشہ دل میں سوچتی کہ یہ ان کی شکرگزاری اور سخاوت کا نتیجہ ہے۔

الغرض آپ کی زندگی ایک ایسی داستان ہے جو ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ مشکلات، آزمائشیں اور تنقیدوں کے باوجود اگر انسان صبر، شکر اور ایمان کے ساتھ جیتا رہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی زندگی کو روشن کرتا رہتا ہے۔

اس کتاب میں میرے والد گرامی قدر کی شخصیت اور زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اور اس کتاب کو مقبول انام فرمائے۔

آمین بجاہ النبی سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم

محمدی یوحانیز نستعین

مفتیہ ومبلغہ جامعہ خدیجۃ الکبریٰ للبنات قاضی ٹولہ کٹیہار بہار

جشن سیلور جوبلی کی مبارک بادی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

یہ سن کر دل نہایت مسرت سے جھوم اٹھا کہ ابنائے قدیم مرکز اہل سنت الجامعۃ الرضویہ ہاشمی کالونی نظام آباد اور مرکز اہل سنت دار العلوم رضائے مصطفی بودھن اور چنندہ ومتفرق ومتحرک وفعال تنظیموں کی طرف سے استاذنا الحفاظ فخر القراء شیخ العلماء حضرت مولانا غلام یاسین رضوی القادری مصباحی صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی چھبیس سالہ خدمات کی بنیاد پر ایک یادگار جشن ''سیلور جوبلی'' منانے کا پروگرام بنایا ہے، اس پروگرام کو مزید یادگار کرنے کے لئے ان کی چھبیس سالہ خدمات اور حالات زندگی پر مشتمل ایک کتاب ''دبستانِ یاسینی'' کے نام سے آرہی ہے، شمیم قلب سے اس کے مصنف حضرت حافظ وقاری مولانا محمد ساجد رضا قادری مرتضوی اور ''صاحب سوانح'' کو دل کی اتھاہ گہرائی سے میں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

حضرت شیخ العلماء کا حقیر خدمت گزار کفش بردار رہا ہے، مسلسل چھ سال تک حضرت کی خدمت میں رہ کر تعلیم وتربیت حاصل کی ہے، انہیں دنوں کے شام وسحر نگاہوں کے سامنے ہے، شفقت ومودت اور شاگردوں سے مربیانہ حسن سلوک سے پیش آتے ہیں، کسی بھی طالب علم کی طبیعت خراب ہوتی تو علاج ومعالجہ کا خیال فرماتے، پل پل کی خبرگیری فرماتے رہتے، غرض حضرت کی محبتوں اور شفقتوں کو میں بھول نہیں سکتا۔

دعا کرتا ہوں کہ میرے استاذ محترم کو اللہ تعالی سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے عمر خضر عطا فرمائے اور ان کی دینی خدمات کو قبول فرمائے، انکا سایہ ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھے۔ آمین یارب العالمین

یکے از شاگرد

محمد معز رضا قادری

مدرس جامعہ طیبۃ الرضا چنچل میٹ حیدرآباد تلنگانہ

تقریظ جلیل

مقرر خوش بیان طلیق اللسان حضرت علامہ مولانا محمد رحمت حسین شریفی
نواسہ شریف ملت علیہ الرحمہ

پگھلنا علم کے خاطر مثال شمع زیبا ہے
بغیر اس کے پہچان نہیں سکتے ہم خدا کیا ہے

دنیا میں انسانوں کی پہچان علم کی بنیاد پر ہوتی ہے، اور علم کی اتنی قسمیں ہیں جنہیں شمار نہیں کر سکتے، قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام سے متعلق فرمایا ہے۔ ''**وعلم آدم الاسماء کلھا ثم عرضھم**'' اور کتب تفاسیر میں آتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سات لاکھ زبانوں کا علم اللہ تعالی نے عطا فرمایا تھا، اور زمین و آسمان میں جو کچھ ہے ان اشیاء کا نہ صرف علم تھا بلکہ ان کی ماہیت و کیفیت کو بھی جانتے تھے۔

پھر جیسے جیسے انسانوں کی تعداد بڑھتی گئیں، اور اس کی ضرورتیں سامنے آتی گئیں، انسانوں نے اکتشافات وایجادات کا سلسلہ قائم کیا، جس کی بدولت ہر روز نئی تحقیقات سامنے آنے لگیں، اور مختلف شعبے قائم ہوتے گئے، تو اسی علم ہی کی بنیاد پر کوئی سائنٹسٹ کہلایا، کوئی انجینئر ہوئے، کوئی ڈاکٹر ہوئے، کوئی منجم ہوئے، کوئی مقنن ہوئے، کوئی ماہر سیاست ہوئے کوئی، ماہر تاجر ہوئے، کوئی ماہر زراعت ہوئے۔ وغیرہ وغیرہ یہ وہ شعبہائے حیات ہیں جن سے انسانی زندگی کی سہولیات بہم پہونچتی ہیں، غرض انہیں علوم کی بنیاد پر آج انسان چاند میں کمندیں ڈال چکا ہے۔

لیکن مذکورہ علوم انسان کو ان کے خالق کی معرفت کا شعور براہ راست نہیں بخشتا، بلکہ شعبہائے الہیات کے علوم کو حاصل کرنا انسانی زمدگی کا مقصد اولیں ہے، جنہیں حاصل کر کے کوئی عالم بنتے ہیں، کوئی مفتی کہلاتے ہیں، کوئی محدث ہوتے ہیں، کوئی مفسر ہوتے ہیں، کوئی مفکر ہوتے ہیں، کوئی فلسفی کہلاتے ہیں، اور انہیں علوم کی بنیاد پر انسان کے اندر انسانیت آتی ہے، اور جو ان علوم پر عمل کر کے معرفت حاصل کرتے ہیں، انہیں لوگ ''ولی اللہ'' کہتے ہیں۔

حضرت حافظ وقاری مولانا غلام یاسین رضوی القادری صاحب یوں تو بہار کی دور افتادہ زمین میں پیدا ہوئے، جہاں کی زبان اور کلچر الگ ہے، مگر زندگی کی ان چیلنجوں کو سر کرتے ہوئے تعلیمی سفر اختیار فرمایا، الجامعۃ الاشرفیہ کا وہ باغ فردوس جس میں سالوں گزار کر کندن ہوئے حافظ بنے، تو لا جواب، عالم بنے تو لا جواب، اور فاضل مفکر اور مدبر بن کر چمکے۔

پھر جب درس وتدریس کی بزم سجائی، تو علماء وحفاظ کے شیخ ہو گئے، شہر نظام آباد اور بودھن واطراف میں ان کی دینی خدمات قابل رشک ہیں، اس دور تمرد میں کسی ایک ادارہ میں زیادہ طویل عرصہ تک ٹکے رہنا، کسی کرامت سے کم نہیں، پچھلے چھبیس برسوں سے آپ نے رضائے مصطفی کی صدارت سنبھالی، اور اسے دار العلوم سے اہل سنت کے لئے علاقائی مرکزی حیثیت کا حامل ادارہ بنا دیا۔ اور اہلیان ادارہ نے بھی آپ کی خدمات کو زریں یادگار کی طرح 9 فروری 2026ء میں ''سیلور جوبلی'' منانے کا دن طئے کیا ہے، جو کہ ایک قابل قدر اور حوصلہ افزا قدم ہے۔

اولیاء وصالحین کی نگاہیں اس پارس پر پڑی تو انہیں سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ اور چشتیہ کی اجازات وخلافات تبرکات سے نوازے گئے، اس طرح اس نے اپنے جلو میں دنیا وجہان کی نعمتوں کو سمیٹ لیا، جسے بجا طور پر ولی کہنے کے حقدار ہیں۔

سوانح نگاری یا مضمون نویسی آسان کام نہیں ہے، یہ ایک دشوار گزار اور صبر آزما فن ہے اور آرٹ بھی ہے حضرت حافظ وقاری مولانا محمد ساجد رضا قادری مرتضوی نے حضرت شیخ العلماء کی پر کشش شخصیت پر مشتمل ''سوانح حیات بنام'' دبستان یاسینی'' ترتیب دی ہے، جو یقیناً لائق صد ستائش ہیں، اللہ تعالی موصوف کے قلم میں توانائی اور علم میں برکت عطا فرمائے۔

دعاء گوں ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میرے عزیز رفیق کے اس صد جدوجہد کاوش کو شرف مقبولیت عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

محمد رحمت حسین شریفی
امام وخطیب: جامع مسجد محمدی ومدرسہ محمدیہ رنجل ضلع نظام آباد [تلنگانہ]

تاثرات گرامی

خلیفہ حضور سیدی گلزار ملت واعظ بے نظیر حضرت علامہ مولانا حافظ وقاری سید محمد محسن رضا حسینی شاہی امام مسجد گلزار اسمعیلی وائی ایس آر کالونی نرمل [تلنگانہ]

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

الحمدللہ نہایت ہی مسرت کی بات ہے کہ دارلعلوم مرکز اہل سنت رضائے مصطفیٰ بودھن اور ابنائے قدیم کی جانب سے استادالحفاظ والقراء شیخ العلماء خلیفہ حضور اشرف الفقہاء وحضور گلزار ملت حضرت علامہ مولانا حافظ وقاری غلام یاسین رضوی القادری المصباحی صاحب قبلہ مدظلہ العالی کو چھبیس سالہ خدمات کے موقعہ پر ایک یادگار جشن سلور جوبلی منانے کا پروگرام بنایا ہے اور جس میں حضرت کی چھبیس سالہ خدمات پر ایک ''دبستان یٰسینی'' کے نام سے آرہی ہے، مصنف حضرت علامہ مولانا حافظ وقاری محمد ساجد رضا قادری لائق صد ستائش ہے، اور حضرت شیخ العلماء کو دل کی گہرائیوں سے مبارکبادپیش کرتے ہیں۔

الحمدللہ فقیر قادری نے 2 سال تک حضرت کی خدمت میں رہ کر تعلیم وتربیت حاصل کی اور علم وفن کی روشنی سے قلب کو منور کیا۔ ثم الحمدللہ ہم نے اپنی نگاہوں سے دیکھا ہے کہ حضرت ہم طالب علموں کے ساتھ بالکل دوستانہ مراسم رکھتے تھے، لیکن درسگاہی معاملے میں نہایت سخت تھے۔ حضرت شیخ العلماء اور طوطئ تلنگانہ حضرت مولانا قاری جاہ محمد مشہودی خلیفہ حضور اشرف الفقہا وحضور قائد ملت رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ کے نظام کو بہتر بنانے میں بہت محنتیں اور مشقتیں اٹھائیں، اور مدرسے کے علاوہ اطراف واکناف میں اکثر وبیشتر علاقوں میں دین وسنیت کا کام کیا، آپ کی محنتوں کا نتیجہ خیز سرمایہ ہے کہ آج علاقے میں کافی حدتک سنیت چمک دمک رہی ہے

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ حضرت کی محنتوں کا پھل دونوں جہاں میں عطا فرمائے۔ حاسدین کی شر سے محفوظ رکھے آمین یارب العالمین۔

فقیر قادری خلیفہ حضور گلزار ملت سید محسن رضا حسینی

شاہی امام مسجد گلزار اسمعیلی وائی ایس آر کالونی نرمل [تلنگانہ]

تقـریظ

خلیفہ حضور قائد ملت واشرف الفقہاء وحسینی میاں، واعظ اہل سنت حضرت علامہ مولانا مفتی محمد یوسف رضا قادری امجدی دام ظلہ العالی ناظم امجدی دارالافتاء حبیب نگر نظام آباد

الحمدلو لیہ فالصلوۃ علی نبیہ و علی الہ و اصحابہ اجمعین

ناشر مسلک اعلیٰ حضرت علامہ الحٰنا محمد ساجد رضا صاحب قبلہ کو مولیٰ تبارک وتعالیٰ نے بے شمار خوبیوں سے مشرف فرمایا ہے ایک خوبی یہ کہ انکے علم میں کلک رضا کے فیوض وبرکات پنہا ہے، موصوف والا کی تصنیف کردہ کتاب ''دبستان یٰسینی'' کے اقتباسات پڑھنے کا موقع شغل کثیر کے باوجود میسر ہوا جو قبلہ استاذی استاذ العلماء علامہ حافظ وقاری محمد غلام یٰسین رضوی مصباحی صاحب قبلہ کی خدمات جلیلہ پر مشتمل ہیں، میں اس کتاب کی تائید کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ مولیٰ تبارک وتعالیٰ مصطفی پیارے علیہ السلام کے طفیل قبلہ استاذ گرامی کو عمر خضری عطا فرمائیں نیز موصوف والا یعنی علامہ ساجد رضا صاحب کے قلم میں مزید عروج وارتقاء عطا فرمائیں۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ السلام

فقط

العبد الضعیف محمد یوسف رضا قادری امجدی

خادم جامعہ جواری الفاطمہ اللبنات

وامجدی دارالافتاء

نظام آباد تلنگانہ

باب اول:[الف]

بارسوئی اوران کی علمی وروحانی فضا

باب اول:[الف]

بارسوئی اوراطراف میں مسلمانوں کی آمد

جی ہاں یہ بارسوئی کی سرزمین ہے، جوموجودہ ضلع کٹیہار میں واقع ہے، پہلے یہ خطہ پورنیہ ضلع کا حصہ تھا، پورنیہ کی تاریخ توروشن ہے، جس کا وجود نصیرالدین ہمایوں کے زمانہ میں ہوا، مگر ہم اس سے قبل کی بات کریں گے جب پورنیہ نہیں تھا، پورنیہ سے پہلے خطہ سیمانچل کی سیاسی تاجداری کے دارالسلطنت کا صدر مقام اسی بارسوئی کو حاصل تھا، اختیار الدین محمد بختیار خلجی نے جب اسے فتح کیا تو اپنے نام کا خطبہ وسکہ بھی جاری کیا، جیسا کہ مورخ قاسم فرشتہ بن ہندوشاہ نے اپنی کتاب ''تاریخ فرشتہ'' میں بختیار خلجی کی نسبت مقالہ ہفتم میں رقمطراز ہے۔

ولایت لکھنوتی رابابسیاری از پرکنات بنگالہ متصرف شدہ خطبہ وسکہ آن ممالک جاج نکرو بہارودیوکوت وبارسوئی بنام خودکرد۔

[تاریخ فرشتہ جلددوم فارسی صفحہ 571]

لہذا یہ قطعہ زمین ابھی اگرچہ بہار کا حصہ ہے مگراس کی تکونی سرحدوں کوسیدھا کیا جائے تو مغربی بنگال میں داخل ہوجائے گا، بلکہ صدیوں تک بنگال ہی کا حصہ رہ چکا ہے، اس لئے یہاں پر بنگالی تہذیب وثقافت کا اثر بدرجہ اتم موجود ہے اوریہی وجہ ہے کہ یہاں کے پرانے باشندے ہندی سے زیادہ بنگلہ زبان وادب اورثقافت کے حامل تھے، اورآج بھی ہیں، بارسوئی کا قصبہ بھی اسی میں شامل ہے، اوراس کی تاریخ نہایت قدیم ہے، بارہویں صدی میں اختیار الدین محمد بن بختیار خلجی کے ساتھ پہلی بار مسلمان نہیں آئے تھے، بلکہ اس سے بھی صدیوں قبل اپنے قدم رکھ چکے تھے۔

چونکہ آباد پور تھانہ علاقہ [سمیت پورے سیمانچل] میں شیخ برادری کی آبادی زیادہ ہے، جن کے آباء واجداد عرب کے رہنے والے تھے، ان کی آمد کا تعین کسی ایک سن میں نہیں کیا جاسکتا، البتہ بنگال میں مسلمانوں کی آمد کا سلسلہ زمانہ رسالت مآب صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہی میں شروع ہوگیا تھا، جو بغرض تجارت ودینی تبلیغ واشاعت آتے رہیں ہیں، مامون رشید کے

زمانے میں تو اندرون ہندرنگ پور اور پورنیہ تک مسلمان پہنچ گئے تھے، لہٰذا ان شیخ برادری کے اجداد کے آنے کی مدت رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد سے لیکر بارہویں صدی تک رہی، مگر اسلامی حکومت 1192ء میں قائم ہوئی تھی، اس کا سہرہ اختیار الدین محمد بختیار خلجی کے سر ہے، بختیار خلجی مختصر لشکر و سپاہ لیکر بارسوئی میں بھی قدم رنجہ فرمایا تھا، جیسا کہ مورخ قاسم فرشتہ کے حوالے سے ملاحظہ فرمایا۔

بارسوئی اور ان کی علمی وروحانی فضا:

جی ہاں! بارسوئی اور اطراف کی سرزمین ہمیشہ سے علم دوستی وفنون پروری میں مشہور رہی ہے، یہاں کے لوگوں کی علم دوستی وفنون پروری کل بھی عام تھی اور آج بھی ہر سو اس کے قصے مشہور ہیں۔

جی ہاں! یہ اس زمانے کی بات ہے جب یہ علاقہ مشہور راجا کرنا کی نگری کہلاتی تھی اور اس کی راجدھانی کا نام بقول چینی سیاح ہیون سانگ ''کائلا نا سفلانہ'' اور تواریخ میں ''کرنا سونا'' کرنا گڑھ یا کرن ڈیگھی ہے، اس خطہ کی کچھ تاریخی احوال ہیون سانگ نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے، اس نے یہاں کے باشندوں کو نہایت محنتی و جفاکش اور جانباز وخوش مزاج بتایا، سب سے بڑی بات جو میرے مقصد کی لکھی ہے وہ یہ ہے کہ یہاں کے لوگ نہ صرف علم وفن کے خوگر تھے، بلکہ علم دوست اور علماء نواز بھی تھے، غرض ہماری علم دوستی اور علوم فنون کی خوگری کے چرچے تو صدیوں پہلے سے عام ہے۔

جی اسی علوم وفنون کی سرزمین میں ایک سے بڑھ کر ایک ہونہار اور خوگر، علوم وفنون کے مشاط گان پیدا ہوئے، جنہوں نے علم وفن کے بکھرے ہوئے زلف برہم کو سنوارہ حضرت شیخ جلا الدین تبریزی قدس سرہ، آئینہ ہند سیدنا شیخ سراج الدین اخی رحمۃ اللہ علیہ، گنج نبات حضرت شیخ علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ، قطب المشائخ حضرت شیخ احمد دمشقی قدس سرہ، حضرت شیخ حسین دھکر پوش قدس سرہ، قطب بنگال و بہار حضرت سیدنا مخدوم شاہ محمد حسین شہید تیغ برہنہ رحمۃ اللہ علیہ جلکی شریف جیسے اللہ والوں نے بارسوئی اور اطراف کو اپنا آخری مسکن بنایا، سراج السالکین زبدۃ العارفین حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی برہانی رحمن پوری، سید پیر دھوتار، شاہ غازی مفلس وغیرہ نے بھی اسی سرزمین میں آنکھیں کھولیں اور اس کی علمی وروحانی فضا کو فرحت افزا بنائے رکھا۔

آباد پور کی مختصر تاریخ:

آباد پور کوئی ملک ہے نہ ریاست، ضلع ہے نہ تحصیل، بس ایک قدیم بستی ہے، جو قدیم دریائے مہانندہ کے ساحل پر آباد ہے اور یہیں پر ایک تھانہ کوتوالی ہے، جس کے تحت 64 مواضع اور تیس بتیس گاؤں آباد ہے، اور ضلع کٹیہار کے بارسوئی تحصیل میں شامل ہیں، اس گاؤں کا تذکرہ بوکانن ہملٹن کی مرتبہ 1808 / 10ء کی رپورٹ میں آیا ہے، اس وقت یہ مقام کھرواتھانہ کے تحت تھا اور بنگال میں شامل تھا، یہ جگہ خرید وفروخت اور تجارت کیلئے مرکزی حیثیت رکھتی تھی، اور 1770ء کے قبل ہی سے یہاں پر ایک عالی شان ہاٹ [بازار] لگا کرتا تھا، اس عظیم الشان ہاٹ کے باقیات آج بھی موجود ہیں، اور بازار سے متصل ہی تھانہ کوتوالی بھی واقع ہے، جس کی بنیاد 1982ء میں پڑی تھی۔ لیکن ابوالفضل علامی کی کتاب ''آئین اکبری'' میں اس کی بجائے ''بہرا کھار'' کا نام مرقوم ہے، جو اس وقت اس علاقے میں مرکزی حیثیت کا حامل تھا اور ایک جاگیر یا محال تھا، جو شہروں کے مماثل ہوتا تھا، اور یہی پرگنہ باڈور کا صدر مقام بھی تھا، آئین اکبری کے فارسی نسخہ میں ''بدوکھر'' ہے، جس کی پہچان موجودہ زمانے میں ''بہرہ کھور'' سے کیا ہے، جیسا کہ اسی ''بدوکھر'' سے متعلق ''فائنل رپورٹ سروے اور سٹلمینٹ اپریشن ڈسٹرکٹ آف پورنیہ'' [1901 1908] کے صفحہ 16 پر ''بدوکھر'' کا نیا نام ''باڈور'' لکھا ہے۔ اور اسی طرح ڈاکٹر تنیشو رمشرا نے بھی ''ہسٹری آف پورنیہ'' کے صفحہ:22 میں بدوکھر کی شناخت باڈور ہی کے نام سے کرتا ہے، اس نے لکھا ہے۔

Badokhar [Present Badaur]

معلوم ہوا کہ آئین اکبری کا بدوکھر ہی موجودہ بہرا کھور ہے جو قاضی ٹولہ سے متصل قدیم بستی ہے، یہاں پر اس زمانے کی یادگار ایک درگا مندر ہے جس کی چہار دیواری میں دو قسم کی اینٹیں چنی ہوئی ہیں، چھوٹی چھوٹی پتلی پتلی، اور آٹھ دس انچ کی مربع نما اینٹیں اس کی قدامت کا پتہ بتلاتی ہے۔

مدارگاچھی کی وجہ تسمیہ:

مدارگاچھی نام کی نسبت دو وجہ سمجھ میں آتی ہے۔

اول یہ ہے کہ اس علاقے میں پہلے مدار کا درخت جو کانٹے دار ہوا کرتا تھا بکثرت پائے جاتے تھے، ممکن ہے اس بستی کا نام اسی وجہ سے ہو، جیسا کہ بہت سے مواضع میں مدارگاچھی

نام سے مقامات ہوا کرتے ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد رفتہ میں جب اس کا بھائی شاہ شجاع بنگال کا گورنر تھا، اسی زمانے میں مداری سلسلہ کے فقیروں کا ہر گاؤں اور بستی میں بلا روک ٹوک آنے جانے کی پرمیشن غالباً 1660ء میں لکھ کر دے دی تھی، حضرت شیخ بدیع الدین مدار رحمۃ اللہ علیہ صاحب نسبت وحال باشرع متبع سنت بزرگ تھے، لیکن ان کے نام سے پلنے والے مداری سلسلہ کا یہ طبقہ قطعاً شریعت سے دور اور ہندوؤں کے ننگے پونگے پنڈتوں سے متاثر تھا، یہ لوگ ننگے رہتے تھے، فقط اندام نہانی کو بالشت بھر کپڑے سے چھپاتے تھے، بڑے بڑے بال رکھتے تھے جس سے سردیوں میں جسم کو ڈھانپنے کا کام لیتا تھا، ممکن ہے کہ انہیں لوگوں کے بیٹھنے کی وجہ سے یہ مقام ''مدار گاچھی'' پڑا ہو۔ اب یہاں پر مدار کے جھاڑیوں کا وجود باقی ہو یا نہ ہو، مگر مداری سلسلہ کے فقیروں کا بھی کوئی نشان موجود نہیں ہے۔

مدار گاچی کی آبادی:

البتہ انگریزی عہد اقتدار میں یہ بستی امراء اور کاشتکار لوگوں سے آباد تھی، زمین دار لوگ اپنے آپ کو ''سرکار'' کہلاتے تھے، دراصل ''سرکار'' مغلیہ نظام سلطنت کا ایک عہدہ تھا، جس کی ابتدا اکبر کے زمانے میں ہوئی تھی، گاؤں کے چودھریوں اور منڈلوں کا رابطہ سرکاروں سے رہتا تھا، جو کاشت کاروں سے خزینہ لیکر سرکاروں کے پاس جمع کرتے تھے اور سرکاریں اپنے اوپر صوبائی حکومت سے رابطہ رکھتے تھے، ان ہی کو ہر قسم کے جواب دہ ہوتے تھے، یعنی آسان لفظوں میں گاؤں کے چودھری اور منڈل موضع دار [قریہ دار] کہلاتے تھے، اور دو ایک پرگنے داروں کو زمین دار جبکہ متعدد پرگنوں کے والی کو سرکار کہا جاتا تھا، پس درمیان میں حکومت کرنے والے انہیں ''سرکار'' کی نسلوں کو آج ''سرکار برادری'' کہتے ہیں۔

مدار گاچھی میں بھی کچھ لوگ سرکار برادری کے آباد ہیں، ان کے آباء واجداد کہاں کے تھے، کسی کے پاس شجرہ نسب محفوظ ہوں تو ہی یقینی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ کہاں سے تشریف آوری ہوئی تھی، سرکار برادری خاص مدار گاچھی کے رہنے والے تو ہرگز نہیں تھے، کیونکہ مدار گاچھی میں کوئی ''سرکاری اسٹیٹ'' نہیں تھی۔ ہاں سرکاری اسٹیٹ اس علاقے میں دو ہی تھی، ایک سرکار پورنیہ۔ دوسرے سرکار تاج پور۔ سرکار پورنیہ میں نو محال [آبادی کا بڑا حصہ شہر یا قصبہ] تھے، جیسا کہ اکبر کا درباری عالم ابوالفضل علامی نے اپنی کتاب ''آئین اکبری'' میں لکھتا ہے۔

(1) asonja (2) jairampur (3) suburban dist,of purnniyah (4) dalmalpur (5) sultan pur (6) sripur (7) sair duties from elephants (8) kathiyari (9) kadwan

[آئین اکبری[انگریزی] جلد دوم ص:136]

جبکہ سرکار تاج پور میں کل انتیس محال تھا، جیسا کہ محولہ بالا کتاب میں مذکور ہے۔ لکھتے ہیں۔

بنکٹ۔ بدوکھر۔ پھولی۔ بندول۔ بوہرہ۔ بھونرا۔ بڑگاؤں۔ باسی گاؤں۔ پن گاؤں۔ بہادر پور۔ بھانگر۔ بدلکا۔ تالدوار۔ چھاپر تال۔ حویلی تاج پور یابلدہ۔ دلاور پور۔ دبہت [ڈابہاٹ]۔ سیسہرا۔ سوجاپور۔ شاہ پور۔ کوار پور۔ کسارگاؤں۔ گوپال نگر۔ کوکھرا۔ مہون۔ نیل نگر۔ نیلون۔ یوسف۔ زکوۃ۔

[فارسی نسخہ: آئین اکبری جلد 1 حصہ دوم: ص785 تا787]

خلاصہ حال یہ ہے کہ جن محالات و پرگنوں کے والی حضرات جو''سرکار برادری'' کہلاتے ہیں ان کا نسبی تعلق کسی نہ کسی طرح ضرور سرکار تاج پور یا سرکار پورنیہ میں حکومت کرنے والوں سے رہا ہوگا کیونکہ انہیں کی نسلوں کو محالات اور پرگنے ترکہ میں ملا کرتا تھا۔



[ب]

خاندانی پس منظر

الفت سرکار:

حضرت مولانا حافظ محمد غلام یاسین رضوی القادری کا خاندان ''سرکار برادری'' سے متعلق ہے، پردادا کا نام الفت حسین رہا ہوگا لیکن جیسا کہ کثرت استعمال سے لوگ نام کی تخفیف کر دیتے ہیں، آپ کو بھی الفت حسین سے الفت سرکار کہا جاتا تھا، اس سے اوپر کتنے پشت تک نام کے ساتھ سرکار کا لاحقہ لگاتے رہے، اور سلسلہ نسب سے کون سب سے پہلے کہاں سے مدارگاچھی میں تشریف لائے تھے سب اندھیرے میں ہے۔

لیکن جب الفت صاحب کے نام کے ساتھ ''سرکار'' کا لاحقہ تھا، تو زمین دار بھی یقینی اور قطعی طور پر تھے، صرف نام کے سرکار نہیں تھے، اچھی خاصی جائداد کے مالک تھے، اس سے ظاہر ہے کہ اس زمانے میں الفت سرکار کو علاقے میں عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

ماسٹر نعیم الدین:

آپ کہاں تک پڑھے لکھے تھے نہیں معلوم ہوسکا، مگر کم پڑھے لکھے نہ تھے، کیونکہ آپ ایک ٹیچر تھے، اور ایک ٹیچر ہونا ہر زمانے میں باعث فخر بات رہی ہے، چنانچہ جناب نعیم الدین صاحب گورنمنٹی ملازم تھے، اسکول کے ٹیچر تھے، اسی لئے نام سے زیادہ ''ماسٹر صاحب'' کے لقب سے مشہور تھے، ان کے چھ بیٹے اور تین بیٹیاں ہوئیں، قابل ذکر فرزند الحاج عبدالمنان صاحب مرحوم تھے، جن کا قدرے تذکرہ کیا جاتا ہے۔

الحاج محمد عبدالمنان (VLW)

جناب الحاج عبدالمنان صاحب اسکولی تعلیم کے ساتھ دینی علم ومعلوم بھی خوب رکھتے تھے، کھرا اور کھوٹا پہچاننے کا ملکہ حاصل تھا، آپ ایسی ملازمت پر مامور تھے، جس سے ساتھ ساتھ

خدمت خلق بھی ہوجاتی تھی، یعنی .V.L.W کی نوکری، نیٹ پر سرچ کیا تو اس عہدہ سے متعلق حسب ذیل باتیں سامنے آئیں، ملاحظہ کیجئے۔

> یہ ایک سرکاری پوسٹ ہے جو دیہاتوں اور تحصیلوں میں کام کرتی ہے۔ اس پوسٹ پر موجود شخص کی ذمہ داری گاؤں کی ترقی سے متعلق کام کرنا ہے۔ یہ پوسٹ گاؤں کے سرکاری کاموں کو انجام دینے اور چلانے میں مدد کرتی ہے۔ وکاس لاگو سہائک کا کام بنیادی طور پر گاؤں کے لوگوں کے مسائل کو حل کرنا ہے۔ اس کے علاوہ وکاس لاگو سہائک گاؤں کی ترقی کے لیے بازار میں دستیاب سہولیات کے حوالے سے بھی مختلف تنظیموں سے لین دین کرتے ہیں۔

لہذا آپ گورنمنٹی ملازم تھے، اسی لئے فارغ البال خوشحال تھے، صوم وصلوٰۃ کے نہایت پابند تھے۔

دیوبندیت کے دام فریب میں:

سیمانچل میں دیوبندیت 1940ء کے بعد ہی یکادکا آنا شروع ہوگیا تھا، جو سیاسی طور پر گلیاروں میں بھٹک رہے تھے، اور ان کی شب بسری کی خدمت کے لئے مولوی عابد حسین چنڈی پوری مالدہی کا ادارہ دارالعلوم لطیفی کٹیہار ہمہ وقت تیار رہتا تھا، یہ ادارہ سیمانچل کا ندوہ ہے، اس میں دیوبندی اہل حدیث اور ان کی اصلاح کے خواہاں بعض بریلوی عالم بھی ابتدا میں درس وتدریس پر مامور تھے، مگر اب یہ سلسلہ بہت پہلے موقوف ہو چکا ہے، آبادپور میں دیوبندیت مولوی عابد کے مریدوں کی صورت میں تھا، 1955ء میں پہلی بار کشن گنج کی سرزمین پر تبلیغی جماعت کا اجتماع ہوا، اس کے بعد بڑی سرعت سے دیوبندیت سیمانچل کے گلی کوچوں میں پھیل گئی، بارسوئی اور آبادپور کا علاقہ بھی محفوظ نہیں رہا۔ دیوبندیت کے دخول کی صورت یہ تھی کہ علاقے کے باثر امرا وزمین داروں کو اپنے دام وفریب میں لیتے تھے، کیونکہ غربا تو امرا ہی کے تابع ہوتے ہیں، اسی لئے انہیں دیوبندیت پھیلانے میں پریشانی کا سامنا نہیں ہوا، کیونکہ تبلیغی جماعت ابھی میلاد وفاتحہ اور نیاز لٹانے کو بظاہر منع نہیں کرتے ہیں، مگر اسے شرک اور جہنم میں لے جانے والی بدعت قرار دیتے ہیں اور یہ بات ان کی چھپی نہیں تھی، مگر اس کے باوجود آج بھی مشہور دیوبندی بستیوں میں ان معمولات اہل سنت پر عمل کیا جاتا ہے، چناں چہ جناب الحاج عبد

المنان صاحب انہیں لوگوں میں سے تھے جو خوش عقیدہ تھے اور میلاد شریف کی محفل گھر میں سجانے کو وجہ برکت وسعادت سمجھتے تھے،لیکن رہن سہن اٹھک بیٹھک دیوبندی امرا کے ساتھ رہتا تھا، کیونکہ یہ خود بھی سرکار برادری سے تعلق رکھتے تھے،مگر جب میلاد کی محفل سجاتے تو علاقے کے سنی وعلماء طلباء کو ہی بلاتے تھے۔اس کے باوجود اپنے فرزندوں کو سہارنپور کے کسی دیوبندی مدرسہ میں پڑھا رہے تھے۔ان کی دینی حالت بڑی کش مکش اور گومگو میں گزر رہی تھی۔

میلاد النبی کی محفل وجہ ہدایت بنی:

آج سے تقریباً 40 /سال قبل ماہ شعبان سن 1404ھ میں شاہ پارہ جامع مسجد کے آگے اراکین مسجد نے ایک جلسہ [میلاد النبی صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم] منعقد کیا تھا،جس میں بحیثیت مقررین علاقائی علماء تھے،جس کی تفصیل ''مناظرہ آباد پور'' نامی کتاب کے مقدمہ میں حضرت مفتی محمد لطیف الرحمن رضوی نے تحریر فرمائی ہے۔یہاں سے آگے الحاج جناب عبدالمنان صاحب کا اس جلسہ میں کردار اور دیوبندیوں کے دام وفریب سے نکل آنے کی مکمل روداد خود مفتی صاحب کی زبانی ملاحظہ کیجئے، لکھتے ہیں۔

> اس کے بعد فاضل معقولات ومنقولات مناظر اہل سنت حضرت مفتی محمد ظہور حسن صاحب قبلہ دام ظلہ علینا مائک پر تشریف لائے، ابھی آپ نے خطبہ کا آغاز کیا ہی تھا کہ دیوبندی مولویوں کی طرف سے جناب عبدالمنان صاحب (V.L.W) مدار گاچھی ایک پرچہ لیکر سیدھے اسٹیج پر آئے اور حضرت مفتی صاحب قبلہ کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے'' بکواس نہیں معقول جواب چاہئے'' کہکر اسٹیج کے ایک کونے میں بیٹھ گئے ____ حمد وصلوٰۃ کے بعد حضرت مفتی صاحب قبلہ نے فرمایا حضرات! ابھی آپ برادر محترم حضرت مفتی طفیل احمد صاحب رضوی کی گرجدار آواز میں دلوں کو موہ لینے والی تقریر سماعت کررہے تھے، پھر آپ حضرات بخوبی یہ بھی احساس کررہے ہیں کہ پنڈال کے کنارے کھڑے کھڑے شور وغوغا کرنے والے یہ مولوی حضرات برادر محترم کی مدلل تقریر سے کافی خائف وخاسر نظر آرہے ہیں ___ میں ان حضرات سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ بڑے اطمنان سے بیٹھ کر میری گفتگو کو سماعت کیجئے، اگر آپ حق اور باطل کو

سمجھنے کی نیت سے آئے ہوئے ہیں ____ ورنہ سن لیا جائے کہ آپ کے شور وغوغا سے اہل حق ،ہم اہل سنت وجماعت ہلنے والے نہیں ہیں ____ حضرات! میرے ہاتھ میں آپ یہ پرچہ دیکھ رہے ہیں؟ ____ یہ وہی آوارہ مولویوں کی طرف سے آیا ہے،اس میں لکھا ہے''عرس میں عورتوں کا میلہ لگانا۔صاحب مزار کو سجدہ کرنا۔چادر چڑھانا قرآن وحدیث سے ثابت کیجئے،، ______

محترم حضرات! سوال آپ نے سن لیا،اب ٹھنڈے دل سے جواب بھی سن لیجئے۔V.L.W صاحب آپ میرے سامنے بیٹھئے،ہاں! دھیان دیجئے ___ اولاً ____ میں واضح کردوں کہ دیوبندیوں سے ہمارا بنیادی اختلاف عرس میں عورتوں کی حاضری یا میلہ، چادر وفاتحہ اور میلاد وسلام نہیں ہے،نہ اس کی بنیاد پر ہم انہیں کافر ومرتد کہتے ہیں، بلکہ دیوبندیوں کا جرم وپاپ یہ ہے کہ وہ محبوب خدا روحی فدا صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کی توہین کا مجرم ہے اور دیوبندیت اسی کوڑھ اور کینسر کا دوسرا نام ہے،کیا ان مولویوں کو شرم غیرت نہیں آتی کہ ہم ان کے اکابر کی کفری عبارات کو چیلنج کرتے ہیں اور وہ ہمارے عوام کی بعض معمولی لغزشوں پر ماتم کررہے ہیں۔اعراس میں عوام کی لغزشیں نظر آتی ہیں تو اس کی اصلاح کرو،جیسا کہ ہم تحریر وتقریر ہر طرح سے کرتے ہیں ____ اور سنو! ہم اپنے عقیدہ کی ایک کھلی ہوئی کتاب ہیں،ہم سے جو بحث کرنی ہو ہماری عبارات پر محاسبہ ومواخذہ کرو،خود اپنے کالے کرتوت کو ہماری عوام کے سر تھوپنے کی کوشش مت کرو ____ ہاں! اگر سینے میں دم اور کلیجہ میں خون باقی ہے اور واقعی قوم کی اصلاح کا درد رکھتے ہو تو تھانوی، نانوتوی اور گنگوہی وغیرہ نے اپنی اپنی کتابوں میں جن کفریات کی قئے کی ہے پہلے اس سے ان کا دامن صاف کرو کہ جب عقیدہ ہی صحیح نہ ہوگا تو گاؤں گاؤں ،گلی گلی گھوم کر عمل صالح کی تلقین کا کیا حاصل؟ ____ پھر تفصیل کے ساتھ حفظ الایمان ،تحذیر الناس ،تقویۃ الایمان، براہین قاطعہ وغیرہ کتابوں کی

عبارتیں پڑھ پڑھ کر سنائی اور دعوے کے ساتھ فرمایا کہ کتابیں میرے گھر میں موجود ہیں، میں سب کو دعوت دیتا ہوں کہ کبھی بھی آ کر من وعن یہ عبارتیں دیکھ سکتے ہیں،______ پھر صلوٰۃ وسلام اور حضرت کی رقت انگیز دعا پر رات کے ڈیڑھ بجے جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

دوسرے دن علی الصباح جناب عبدالمنان صاحب حضرت مفتی محمد ظہور حسن صاحب کے گھر شاہ پارہ آ پہنچے۔اتفاق سے میں [راقم الحروف] بعد فجر ہی پہنچا ہوا تھا______ پھر عبدالمنان صاحب کی آمد کو دیکھ کر مفتی صاحب قبلہ کے جملہ برادران و دیگر اشخاص بھی وہاں حاضر ہو گئے، سلام ومصافحہ کے بعد رات جلسہ کی کامیابی پر گفتگو کرتے ہوئے اولاً ان کتابوں کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تو حضرت مفتی صاحب قبلہ کی اجازت سے میں { فقیر لطیف الرحمن رضوی } ان کی عبارتوں کو کھول کھول کر ان کے سامنے رکھا ،انہوں نے خود پڑھا، سمجھا، پھر کاغذ کے ایک ٹکڑے میں کتابوں کا نام ،صفحہ سطر لکھنے کے بعد تاثراتی انداز میں بڑے جذبے سے کہنے لگا۔

’’ھیئت ‘‘صورت وشکل لباس اسلامی میں دیکھ کر کیسے کہا جاسکتا ہے کہ ایک بھاری بھر خوبیوں کا متحمل انسان مسجد کے گوشے میں رات کی تاریکی یا دن کے اجالے میں اتنا بڑا جرم کرسکتا ہے_____ کاش ! آج اسلامی حکومت ہوتی تو عدالت میں ان مجرموں کی گردنیں اڑا دینے کا مقدمہ پہلے میں دائر کرتا ____ پھر بار بار استغفار وکلمہ شریف کا ورد کرتے ہوئے حضرت مفتی ظہور حسن صاحب کا ہاتھ پکڑ کر عرض کرنے لگا۔

’’میرے دو بچے سہارنپور میں ہیں اسی تعطیل رمضان میں وہاں سے لا کر آپ کے حوالہ کر دوں گا، بعد رمضان کسی مناسب جگہ رکھ کر اچھی تعلیم دلوا دیجئے، میں اپنے بچوں کو بہترین حافظ ،عمدہ قاری اور مولانا دیکھنا چاہتا ہوں،،

______ پھر اپنے گھر مدارگاچھی میں دوسرے ہی ہفتہ بڑے اہتمام کے

ساتھ میلاد شریف کرنے کے لئے ایک لائحہ عمل تیار ہو گیا،جس کا اعلان بذریعہ ڈھول آبادپور مارکیٹ میں کرایا گیا____ __اعلان سنتے ہی دیوبندی حضرات آتش غضب میں جل بھن گئے، بلکہ سننے میں آیا کہ ایک ڈاکٹر صاحب نے صاف اعلان کر دیا کہ ان تینوں [طفیل احمد ،ظہور حسن ، لطیف الرحمن] کو مارڈالو اس کے لئے جتنا خرچ ہوگا ہم کریں گے____

بہر حال ! متعینہ تاریخ میں بعد مغرب ہم تینوں کے علاوہ مولانا مسیح الرحمن صاحب رکتھار، مولانا شمیم القادری نیاٹولہ بیلوا اور مولانا غلام ربانی صاحب نلسر ، مدارگاچھی پہونچ گئے، پروگرام کے لئے عبدالمنان صاحب کا وسیع کھلیان میں شامیانہ لگایا گیا تھا، پھر ہمارے پیچھے پیچھے شاہ پارہ ،مسٹری ٹولہ اور پرمانک ٹولہ سے کافی تعداد میں عوام بھی شریک ہو گئے تھے، جو اسٹیج کے چاروں طرف جمے بیٹھے تھے،______ بعد نماز عیشاء مولانا شمیم القادری کی تلاوت قرآن پاک سے پروگرام کا آغاز ہوا، اور مولانا غلام ربانی صاحب رضوی کے مختصر نعتیہ کلام کے بعد فقیر راقم الحروف نے موسم کا خیال کرتے ہوئے حضرت مناظر اہل سنت مفتی محمد طفیل احمد صاحب رضوی کو مختصر تعارف کے ساتھ مائک کے حوالہ کر دیا__ ____ حضرت کی تقریر ابھی دس منٹ بھی نہ ہو پائی تھی کہ باہر ہو ہلہ شروع ہو گیا، پھر تراجم قرآن پر گفتگو کرتے ہوئے دیوبندیوں کو للکار کر فرمایا، دیوبندی مولویو! یہ دیکھو تمہاری جماعت کا سرغنہ مولوی اشرف علی تھانوی قرآن مجید کا ترجمہ کرتے ہوئے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو گنہ گار لکھا ہے۔اٹھاؤ قرآن پاک کا26 / پارہ سورہ فتح کی شروع آیت۔

اِنَّافَتَحْنَالَکَ فَتْحًا مُّبِینًا ۔لِّیَغْفِرَلَکَ اللّٰہُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَاتَاَخَّرَ۔

انگریزی حکومت کی طرف سے ماہانہ چھ سو روپئے بھتہ پانے والا تھانوی جی آیت کریمہ کا ترجمہ لکھتے ہیں_____، اے نبی ہم نے تمہیں فتح دی تا کہ اللہ تمہارے اگلے اور____ استغفر اللہ !______

حضرات ! آپ انصاف سے بولئے ،کیا اللہ کے نبی محمد رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَ سَلَّم گنہ گار تھے؟_____ پھر ایسے گنہگار کہ قبل ولادت ہی گناہ کر چکے تھے،جبکہ آیت کریمہ میں ’’لک‘‘ فرمایا گیا ہے_____ یعنی ابھی آیت کریمہ کی تشریح کرنا ہی چاہ رہے تھے کہ اسی مدار گاچھی کے کوئی کمپاؤنڈر کا لڑکا اسٹیج کے قریب آیا اور دور سے تھانوی جی کا ترجمہ والا قرآن پاک ٹیبل پر پھینک کر،،دکھاؤ یہ ترجمہ کہاں ہے،، کہکر بھاگنا ہی چاہ رہا تھا کہ حضرت مفتی ظہور حسن صاحب قبلہ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور فوراً مائک پر آگئے۔ پھر فرمایا حضرات ! آپ نے اپنی آنکھوں سے اس گستاخ قرآن کو دیکھا؟____ کتنی بے حرمتی سے اللہ کے اس مقدس کلام کو پھینک کر بھاگا جا رہا تھا___ حضرت مولانا طفیل احمد صاحب نے تھانوی جی کا ترجمہ جو بیان کیا وہ صحیح ہے یا غلط میں اسے بھی دیکھا رہا ہوں آپ حضرات بھی دیکھ لیں اور سارے دیوبندی مولوی جو مقامی ہیں اور جو کرایہ پر آئے ہوئے ہیں______ پھر تھانوی جی کا ترجمہ پڑھ کر سامعین کو سنایا گیا تو بعینہ وہی ترجمہ تھا جو مولانا طفیل احمد صاحب بیان کر رہے تھے،__ __ بس پھر کیا تھا دیوبندی حضرات اپنی ذلت کو چھپانے کے لئے ہجوم کے ساتھ پوری طاقت سے اسٹیج کے قریب آ کر پہلے شامیانہ کو گرا دیا پھر کھونٹی وغیرہ کو بھی اکھاڑ کر پھینک دیا۔ادھر عبدا لمنان صاحب کا بڑا لڑکا محمد انصار عالم اسی کھونٹی سے نہ جانے کتنے دیوبندیوں کی پیٹھ داغ ڈالا_____ یعنی قریب تھا کہ دونوں طرف سے لڑائی شروع ہو جاتی کہ فوراً صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع کر دیا گیا،جس سے شیاطین بھاگ نکلے پھر حضرت مفتی محمد ظہور حسن صاحب کی رقت انگیز دعا پر جلسہ ختم ہوا____ اب اس کے بعد کا سفر روداد کی شکل میں بنام ’’مناظرہ آباد پور‘‘ حاضر خدمت ہے اسے پڑھئے اور دیکھئے کہ اکیلے تنہا جماعت خامسہ کا ایک طالب علم (مفتی ظہور حسن) درجن بھر علماء دیوبند کے مقابلے میں پہاڑ کے چٹان کی طرح قائم رہ کر اپنے بے پناہ علم ،

نا قابل تردید دلائل سے کس طرح ان کے پرخچے اڑا کر رکھ دیتے ہیں۔

[مناظرہ آباد پور ص:15 تا19 مطبوعہ 2022ء]

اولاد اور ان کی دینی تعلیم وتربیت :

الحاج جناب عبدالمنان صاحب کے چار فرزند اور تین بیٹیاں ہوئیں،فرزندوں کے نام سلسلے وار لکھے جاتے ہیں۔

(1) محمد انصار عالم

(2) حضرت مولانا حافظ اختر عالم مصباحی رضوی

(3) حضرت قاری احسان القادری

(4) حضرت مولانا حافظ محمد غلام یاسین رضوی القادری

الحاج عبدالمنان صاحب مرحوم نے حضرت مولانا مفتی ظہور حسن رضوی سے وعدہ کے مطابق اپنے فرزندوں کو دیوبندی مدرسہ سے نکال کر اہل سنت کے مدرسے میں داخل کرا دیا، حاجی صاحب نے اپنے چاروں فرزندوں کو حافظ قرآن کریم اور عالم دین بنانے کی جی توڑ کوشش فرمائی،صرف بڑے بیٹے کے علاوہ سب نے اپنے والد گرامی کی خواہش کی تکمیل کر دی،حالانکہ انہیں بھی مدرسے میں ڈالے تھے مگر مشیت کو کچھ اور ہی منظور تھا،دس پارے حفظ کر کے ترک تعلیم کر لی تھی،خود تو تعلیم مکمل نہیں کی مگر اپنے والد کی روش پر چلتے ہوئے اپنے بتینوں فرزندوں کو حافظ قرآن بنایا،اور سعادتوں کی نعمت سے مالا مال ہوئے۔

حضرت مولانا حافظ محمد اختر رضوی مصباحی اور حضرت حافظ وقاری احسان القادری مصباحی دونوں برادران نے دین کی خدمات انجام دیتے ہوئے بنات کی تعلیم وتربیت کے لئے ایک مدرسہ بنام ’’جامعہ خدیجۃ الکبریٰ للبنات‘‘ بمقام بیڑھا کھور جامعہ نگر قاضی ٹولہ چوک آباد پور روڈ بارسوئی کٹیہار بہار میں قائم فرمایا ہے،جو کہ اب تک جاری ہے۔

تاریخ وفات:

الحاج عبدالمنان صاحب بالآخر 28 رجب 1429ھ بروز جمعہ مطابق 26 اگست 2008ء کو وفات پاگئے۔اللہ تعالی اس جنات نعیم میں جگہ عطا فرمائے۔آمین

□□□

باب دوم:

حیات شیخ العلما کے تابندہ نقوش

حضرت شیخ العلما ایک تعارف

شیخ العلما، زبدۃ الاماثل، استاذ العلما والحفاظ وائمہ حضرت مولانا حافظ وقاری محمد غلام یاسین رضوی القادری مدظلہ العالی ایک عالی قدر بزرگ صفات شخص ہیں، آپ کی شخصیت کے اندر جب تک جھانک کر دیکھا نہ تھا، خوبیاں مثل موتیوں کی سیپیوں میں بند تھا، اوپر سے دیکھنے میں ایک عام شخص معلوم ہوتا ہے، مگر اندر جھانک کر دیکھئے تو ایک جہان حیرت موجزن ہے، اس ایک شخصیت کے مختلف پہلو ہیں، اور ہر پہلو میں مختلف الجہات خصوصیات وکارنامے مخفی ہیں، جی ہاں آپ ایک بہترین لاجواب باکرامت حافظ قرآن کریم، جید عالم دین، مفسر قرآن کریم، محدث عظیم، مفتی دین مبین ہے، یہ باتیں بہت بڑی لگ رہی ہوگی مگر ماہنامہ رضائے مصطفیٰ بودھن کی فائلوں میں ''تجلیات قرآن۔ضیائے حدیث۔مسائل شرعیہ کے مضامین میری ان باتوں کی تائید وتصدیق کرتے نظر آتے ہیں، نیز بات یہی پر ختم نہیں ہوجاتی بلکہ نظام آباد اور اس کے اطراف کے سنی مسلمانوں کی مذہبی ومسلکی اور سیاسی فکر کی رہنمائی بھی کرتے نظر آتے ہیں، جس سے آپ کی قائدانہ شخصیت کا یہ پہلو بھی روشن ہے۔

آپ نظام آباد کی سرزمین پر 1999ء میں تشریف لائے تھے، حضرت کے ساتھ میری رفاقت اسی زمانے سے چلی آرہی ہے اور میں اس بات کو بڑے وثوق سے کہتا ہوں کہ اس زمانے میں مقامی علما وحفاظ انگلیوں میں گنے جاتے تھے، بلکہ نہ کہ برابر تھا، مدارس وجامعات کی اس طرح کثرت نہ تھی، نظام آباد شہر میں ''الجامعۃ الرضویہ انوارالعلوم'' اور بودھن شہر میں ''رضائے مصطفیٰ'' کا وجود تھا، جو ضلع بھر کے سنی مسلمانوں کی دینی تعلیم نماز روزے کے مسائل تک کفایت کررہا تھا، حفظ ومولویت کی تعلیم وتعلم کا منضبط نظم نہ تھا، بیرونی علما وائمہ یہاں دینی خدمات انجام دیتے تھے، اگرچہ آج بھی دے رہے ہیں، مگر آج بحمدہ تعالیٰ مقامی علما کی کثرت

ہے ،حفاظ کی بہار ہے، سنی مدارس اسلامیہ کی کمی نہیں ہے، یہ جو ضلع نظام آباد میں علما وحفاظ کی کثرت ہے، اس میں بلاشبہ مقامی علما وحفاظ کی اکثریت حضرت شیخ العلما ہی کے بالواسطہ اور بلاواسطہ پروردہ و پرداختہ اور فیض یافتہ ہیں۔

لہذا حضرت شیخ العلما کا مکمل حیات کا احاطہ مجھ جیسے قلیل البضاعت سے ممکن ہی نہیں، لیکن پھر بھی اپنی وسعت اور ظرف کے مطابق حضرت شیخ العلما کا تعارف پیش کئے دیتے ہیں۔

تاریخ پیدائش:

شیخ العلما، زبدۃ الاماثل، استاذ العلما والحفاظ وائمہ حضرت مولانا حافظ وقاری محمد غلام یاسین رضوی القادری مدظلہ العالی کھاتے پیتے گھرانے کے چشم و چراغ تھے، الحاج محمد عبد المنان صاحب (vlw) مرحوم کے دولت کدے میں یکم مارچ 1976ء کو پیدا ہوئے۔

القابات:

ماہنامہ رضائے مصطفیٰ کے فائلوں کے مطالعہ سے آپ کا ایک لقب جسے استاذی خطیب تلنگانہ حضرت جاہ محمد مشہودی علیہ الرحمہ خلیفہ حضور اشرف الفقہا وحضور گلزار ملت نے ''مدبر اہل سنت'' سے ملقب فرمایا اور اس کا بارہا التزام بھی کیا ہے، آج جب اس لقب کی گہرائی کو دیکھتا ہوں تو اسے واقع میں دیکھتا ہوں اور حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے اس قول ''زمین کے اوپر کام زمین کے نیچے آرام'' کی عملی تفسیر بنے ہوئے ہیں۔

لیکن فقیر جامع ومرتب کتاب ہذا کے دل میں آپ کے واقعی حالات وواقعات کو دیکھتے ہوئے ''شیخ العلما'' اور ''زبدۃ الاماثل'' کے القاب بشدت القا ہوئے، اللہ تعالی اسے قبول انام فرمائے۔ آمین یارب العالمین

تعلیم وتربیت:

آپ تھے تو بہار کی راجدھانی پٹنہ سے نہایت دورافتادہ علاقہ سیمانچل کے ضلع کٹیہار کی سرحدی بستی موضع مدارگاچھی [آبادپور] کے باشندہ مگر دینی تعلیم کا آغاز اتر پردیش کی سرزمین ضلع اعظم گڑھ کی مشہور بستی جین پور مدرسہ انوار العلوم سے کیا، اس زمانے میں مولانا طفیل احمد رضوی مرحوم اور مفتی ظہور حسن رضوی صاحب آبادپوری یہی پر مدرس تھے، یہی دونوں آپ کے ابتدائی استاد ہیں۔

انوار العلوم جین سے علمی سفر کا آغاز فرمایا، سکٹھی تشریف لے گئے، دوسال گزار کر باغ فردوس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور میں داخلہ لیا اور یہی پر حفظ وقرآت کی دستار بندی ہوئی۔ پھر یہاں سے مولویت کی ابتدائی تعلیم کے لئے محمد آباد گوہنہ چلے گئے، چند برس حصول تعلیم کے بعد پھر اعلی تعلیم کے لئے باغ فردوس میں واپسی ہوئی اور یہی پر چند برس گزار کر 1998ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔

معروف اساتذہ کرام:

آپ کے اساتذہ کی تعداد شمار کیا جائے تو اس کی فہرست لمبی ہوگی، مگر یہاں پر صرف چند اساتذہ کے اسمائے گرامی ہی حیطہ تحریر میں لاتے ہیں۔

حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ۔
محدث کبیر علامہ ضیاالمصطفیٰ قادری گھوسوی۔
خیر الاذکیا حضرت علامہ محمد احمد مصباحی۔
محقق مسائل جدیدہ مفتی نظام الدین رضوی۔
حضرت مولانا عبدالشکور صاحب رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مولانا شمس الھدی رضوی مصباحی
حضرت حافظ ہاشمی مبارک پورا استاذ جامعہ اشرفیہ
حضرت حافظ عبدالطیف صاحب سکٹھی۔ وغیرھم

معروف رفقائے درس:

حضرت مفتی محمد سرفراز حسین ناگپور مہاراشٹر۔ حضرت مولانا احتشام صاحب کرناٹک۔ مولانا افضل حسین طیب پور بالوگنج کٹیہار بہار وغیرھم

تدریسی خدمات:

بعد فراغت احمد آباد گجرات چلے گئے، دار العلوم حافظ ملت ہمت نگر میں ایک سال بزم تدریس سجائی، دوسرے سال بعد رمضان سابق اسٹیٹ آندھرا موجودہ تلنگانہ کا ضلع نظام آباد تشریف لائے اور الجامعۃ الرضویہ انوار العلوم ہاشمی کالونی میں مدرس دوم کی حیثیت سے تقرری ہوئی، یہاں آپ 1999ء میں تشریف فرما ہوئے تھے اور سات سال تک مسلسل تدریسی خدمات انجام دیں۔

نظام آباد کی تاریخ پر ایک نظر:

نظام آباد ایک قدیم تاریخی شہر ہے،اس کا قدیم نام اندور یا اندراپوری تھا، آٹھویں صدی عیسوی میں نظام آباد پر سلطنت راشٹرکوٹ کے بادشاہ اندراولبھ پنتھیا نے حکومت کی تھی۔ ڈاکٹر عبدالقدیر مقدر لکھتے ہیں۔

> 1304ء میں سلطان علاء الدین خلجی نے اپنے سپہ سالار ملک کافور کو راجدھانی ورنگل کی فتوحات کے لئے بھیجا تو یہ اندور کو بھی تاراج کرتا ہوا لوٹا۔ اس کے بعد سلطان محمد تغلق نے ملک فخر الدین کی قیادت میں دکن کی مہم سر کی تو موضع اندور اور قندھار اس کے زیر اثر آ گئے۔ تیرھویں صدی کے وسط تک دکن کا سارا علاقہ بہمنی حدود میں داخل ہو گیا تھا۔ اور موضع اندور ضلع بیدر کے تحت آ گیا تھا۔ گولکنڈہ میں قطب شاہی دور زرین دور کہلاتا ہے۔ علم و ہنر فنون لطیفہ کا فروغ، بزرگان دین علماء اور فضلا کا جمگھٹا، گویا گولکنڈہ ایک پرکشش علاقہ بن گیا، عالیشان عمارتیں، مساجد ومقبرے وغیرہ یہ پرشکوہ یادگاریں آج بھی سیاحتی مراکز بنے ہوئے ہیں۔ اسی طرح ضلع نظام آباد کے تاریخی علاقوں میں بھی تاریخی عمارتیں صحیح وسالم ہیں۔
>
> سولہویں صدی عیسوی میں مغلوں کے دکن پر حملے سے بہمنی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ اور موضع اندور بھی مغلیہ سلطنت کے زیر اثر آ گیا۔ محمد کاظم کو علاقے کا فوجدار مقرر کیا گیا۔ اس طرح موضع اندور 1628ء تا 1707ء فوجداری عمل کے تحت رہا۔

لہذا یہ شہر ریاست سابق صوبہ آندھرا پردیش موجودہ صوبہ تلنگانہ کا ایک ضلع میونسپل کارپوریشن ہے جسکی کل آبادی 10 لاکھ سے زیادہ ہے اور ریاست کے دس گنجان آبادی والے شہروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ضلع کے 36 منڈلس ہیں اور وہ ریاست کے دارالحکومت حیدرآباد سے 171 کلومیٹر شمال میں واقع ہے۔

1905ء میں سکندرآباد اور منماڑ کے درمیان براہ نظام آباد ریلوے لائن بچھائی گئی اور اسٹیشن کا نام نظام سرکار نظام الملک کے نام پر ''نظام آباد'' رکھا گیا، جو کہ اندور کی بجائے شہر کا

نام آج ''نظام آباد'' ہی مشہور ومعروف ہے۔

نظام آباد کی دینی وعلمی فضا:

نظام آباد شہر میں مسلمان صدیوں سے آباد ہیں اور ان کے آباد رہنے کا ثبوت شہر اور اطراف میں اولیائے کرام کے مزارات ہیں، جو شہر کے قدیم محلے اور پہاڑیوں کے اوپر پائے جاتے ہیں۔ ان کے وجود سے یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ یہاں کے مسلمانوں کا دینی مسلک ومنہج کیا تھا، یہی وجہ ہے تحریک خلافت کے ایام یعنی 1925ء میں پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ علی پوری [پاکستان] نے اس شہر میں تبلیغی دورہ فرمایا تھا، تو مسجد کچیان کی سنگ بنیاد رکھ کر تشریف لے گئے تھے، اس وقت شہر اور اطراف میں تنہا اہل سنت وجماعت کا پرچم لہرا رہا تھا، اہل تشیع بھی نہیں تھے، چہ جائے کہ انگریزی اقتدار کی پیداوار فرقے وہابی اہل حدیث اور دیوبندی ومودودی ہو۔

مگر اب 2024ء ہے چند مہینے کم ایک صدی ہونے کو ہے، مذہبی فضا پہلے جیسی نہیں رہی، مکدر ہو چکی ہے، مسلمانان ہند فرقوں میں بٹ چکے ہیں، اہل تشیع بھی آباد ہوئے اور وہابی دیوبندی، اہل حدیث، مودودی وغیرہ فرقے کے لوگ بھی باہر سے آئے اور انہوں نے کچھ یہی سے پیدا کر لئے، یہاں پر یہ تمام وہبیائی فرقے اپنا پہلا قدم رکھنے کے دن سے ہی بیدار ہیں، اپنے اعتقاد واعمال کی ہمہ وقت تبلیغ واشاعت میں مصروف رہتے ہیں، شہر کی قدیم جامع مسجد اہل سنت کی تھی، دیوبندیوں کی الیاسی تحریک تبلیغ کے نام پر ایک روایت کے مطابق آج سے ستر اسی سال قبل یعنی ملک کی آزادی کے بعد قدم رکھا اور ڈیرہ جمالیا، جامع مسجد سے متصل ایک تعلیمی ادارہ بنام ''دارالیتامیٰ'' بھی تھا، اس پر بھی قابض ہو گئے، اہل سنت کے ہاتھ سے نکل گیا، اب غیروں کے ہاتھ میں ہے۔

مگر اہل سنت میں وہ بیداری نہیں تھی، بقول حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ اہل سنت قوالی اور عرس چادر گاگر میں منہمک تھے۔ اور سجادہ نشینان مرید بنا کر جیب بھرنے میں لگے ہوئے تھے، کسی کو ایک دینی ادارہ قائم کرنے کا خیال بھی نہیں آیا۔

آخر ایک بندۂ خدا کے دل میں خیال آیا، جو نہ تو کسی درگاہ کا مجاور تھا اور نہ ہی کہیں کا سجادہ نشین، اور نہ ہی عالم دین تھا بلکہ ایک عام آدمی تھا، تلاش معاش کے لئے ممبئی میں مقیم تھا، وہی

پر ان کی سنگت سنی علما سے ہوئی اور مذہب ومسلک میں متصلب ہوئے، اس کی اشاعت کا جذبہ موجزن رہنے لگا اور اسی نہج پر کام کرنے کے لئے اپنے وطن شہر نظام آباد میں مستقل مقیم ہو گئے، سب سے پہلے عصری اور نیم دینی پڑھے لکھے لوگوں کو لیکر ایک تنظیم بنائی۔

تنظیم مجلس عمل کا قیام:

یہ لگ بھگ 1980ء کی بات ہے، جناب عبدالرؤف صاحب ممبئی کی اقامت ترک کر کے نظام آباد کی سرزمین میں وارد ہوئے، یہی پہلا محرک تھے، جو سنیت کی بقا وتحفظ کے لئے متحرک وفعال ہوئے، اس مرد درویش نے سرمایہ کی پرواہ کئے بغیر چند ہم خیالوں وہم جلیسوں کو لیکر جانب منزل رواں دواں ہو گئے اور ''تنظیم مجلس عمل'' کی بنیاد ڈال دی، بقول مولانا کریم الدین کمال صاحب اس تنظیم کے موقر رکن میں خود ان کا نام تھا اور پورے تنظیم میں تنہا عالم تھے، البتہ پورے شہر بھر میں کل دو تین سنی علما تھے۔

الجامعۃ الرضویہ انوار العلوم کی مختصر تاریخ:

چناں چہ یہی وہ تنظیم ہے جن کے بہت سے مقاصد تھے، ان مقاصد پر آج بھی عملی اقدام اٹھایا جائے تو نظام آباد میں سنیت کا رنگ ہی کچھ اور ہوگا، انہیں مقاصد میں سے یہ بھی تھا کہ ایک عظیم الشان ''دینی مدرسہ'' اور ایک ''حفظ خانہ تعلیم نسواں'' اور ایک ''رضا پبلک اسکول'' قائم کرنا وغیرہ۔ دینی مدرسہ کی بنیاد تو کرائے کے دو کمرے میں شروع کر دیا، تین چار برس کے بعد غالباً 1985ء کو چند اہل خیر حضرات نے زمین مدرسے کے نام وقف کر دی، اور محلہ ہاشمی کالونی میں ''الجامعۃ الرضویہ انوار العلوم'' کے نام سے ایک عالی شان مدرسہ قائم کر دیا، اس کی سنگ بنیاد 1986ء میں حضرت مولانا محمد محمد الحسینی سجادہ نشیں درگاہ بندہ نواز گیسو دراز گلبرگہ شریف کے مقدس ہاتھوں سے رکھی گئی تھی، یہ بات متفق علیہ ہے کہ جامعہ کا بانی جناب عبدالرؤف صاحب تھے، اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے اور بے حساب وکتاب جنت میں داخل فرمائے۔

اس کے بعد ہی تنظیم کے اراکین سست پڑ گئے، اور باقی مقاصد بھی دھرے کے دھرے رہ گئے، مگر جامعہ رضویہ آج نہ صرف زندہ ہے بلکہ قوم کی خدمات میں ہمہ تن مصروف عمل ہے۔

الجامعۃ الرضویہ کی تعلیمی اور تعمیری ترقی:

الجامعۃ الرضویہ کی حیات میں وہ ساعات سعید تب آیا جب حضرت مولانا حافظ محمد غلام

یاسین رضوی القادری کی 1999ء میں بحیثیت مدرس شعبہ حفظ میں تقرری ہوئی، اس وقت صدر مدرس حضرت مولانا عبدالباری نوری غازی پوری علیہ الرحمہ تھے، مدرس دوم کی حیثیت سے حضرت مولانا حافظ محمد غلام یاسین رضوی القادری تھے، جبکہ مدرس سوم خطیب تلنگانہ حضرت مولانا حافظ وقاری جاہ محمد مشہودی رحمۃ اللہ علیہ اور مدرس چہارم کی جگہ حضرت مولانا نجم الدین رضوی صاحب تھے، مدرس پنجم کی حیثیت سے حضرت مولانا عبدالمنان رضوی صاحب تھے۔

اس زمانے میں طلباء کی تعداد بھی خاصی بڑھ گئی تھی، اور اس کے بعد دوسرے برس سن 2000ء ہی میں حضرت مولانا حافظ محمد غلام یاسین رضوی کی محنت رنگ لائی، اور دارالعلوم کی حیات میں غالباً پہلی بار بہار جانفزا بن کر حفظ وقرآت کی دستار بندی ہوئی تھی، بعدہ جامعہ کا چرچہ گلیوں میں ہونے لگا، اور دور دور سے علم کے متلاشیان علم آنے لگے، پھر تو جامعہ میں اقامتی طلباء کی تعداد بہت بڑھ گئی اور کمرے محدود اور کم پڑنے لگے، اس کمی کو دور کرنے کے لئے اوپری منزل میں حال روم وغیرہ کی تعمیر بڑے ہی طوفانی انداز میں ہوا۔

شبینہ والے حافظ جی:

نظام آباد کی سرزمین پر جیسے جیسے دن گزرتے گئے، آپ کی شہرت وناموری کے ڈنکے دور دور تک بجنے لگے، اور ''شبینہ والے حافظ جی'' کے نام سے مشہور ہوئے، قوت حافظہ سے متعلق صحابہ کرام اور بزرگان دین کے واقعات سنتے اور کتابوں میں پڑھتے تھے، مگر آنکھوں سے دیکھا نہ تھا، یوں تو ان ناتواں اور گنہ گار آنکھوں سے بے حد وحساب حفاظ قرآن کریم کو دیکھا ہے، مگر'' ولقد یسرنا القرآن لذکر فھل من مدکر '' کا تفسیری نمونہ واللہ میں نے اسی ذات عالی صفات کو دیکھا ہے، قوۃ حافظہ نہایت مضبوط، یادداشت نہایت تیز ہے، رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں اچھے اچھے یادداشت والے حفاظ بھی زیادہ سے زیادہ تین محراب سناتے دیکھا اور سنا ہے، اس سے زیادہ باہمت حفاظ کو نہیں دیکھا مگر آپ قوۃ خداد سے ایک ہی شب میں پورا قرآن کریم مکمل پڑھ ڈالتے ہیں، اس طرح پورے مہینے میں بارہ تیرہ محراب مکمل فرما لیتے ہیں، بلکہ اب بھی چوپن برس کی عمر میں سات آٹھ محراب تو کہیں نہیں جاتے۔

غرض جب تک آپ الجامعۃ الرضویہ انوار العلوم میں رہے، اس کے لئے فال نیک بن کر رہے، بے شک مسلک اہل سنت اعلی حضرت کی اشاعت کے اس پلیٹ فارم کو قائم کرنے والے جناب عبدالرؤف صاحب تھے، مگر اس کی تعلیمی اور تعمیری ترقی میں اضافہ آپ ہی کے وجود

مسعود سے ہوا، وہ ایک سنہرا دور تھا، جو گزر گیا، آپ جامعہ سے کیا تشریف لے گئے ساری رونق ہی چلی گئی، اللہ تعالی سے دعا ہے کہ جامعہ کو اس سے بہتر دور میں داخل فرمائے۔ آمین

رضائے مصطفیٰ بودھن میں آمد:

جس کی قسمت میں جہاں پر ہے آب و دانہ، وہیں ہوگا اس بندے کو جانا، اس الہی قانون کے تحت کوئی بھی بندہ خدا ایک جگہ بیٹھ کر روزی نہیں کما سکتا، اور جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے۔

"یاایہاالذین آمنوااذانودی للصلوۃ من یوم جمعۃ فسئوالی ذکراللہ وذروالبیع"

لہذا حضرت مولانا حافظ محمد غلام یاسین رضوی القادری کا اسی قانون قدرت کے تحت شہر بودھن کے مدرسہ ''گلزار سبیل اعلیٰ حضرت'' معروف بہ'' رضائے مصطفیٰ'' کی صدارت کے لئے بلاوا ہوا، اور آپ اس مدرسہ میں تشریف لائے۔

بودھن کی مختصر تاریخ

ڈاکٹر عبدالقدیر مقدر لکھتے ہیں۔ بودھن کے علاقے شکر نگر میں ایشیاء کی مشہور نظام شوگر فیکٹری قائم ہے۔ 1915ء میں غلام یزدانی ناظم محکمہ آثار قدیمہ نے بودھن کی دیول نما مسجد سے ایک ستون برآمد کیا۔ جس پر کنڑی اور فارسی تحریر کندہ تھی۔ جسے محکمہ معتمدی امور عامہ سرکار عالی کو ترجمہ کے لئے بھیجا گیا تھا اس سے پتہ چلا کہ راشٹر کوٹ کے ایک راجہ اندر ولبھیا پنتھیا اندر سوم نے بودھنیا بودھن کو شائد اپنی راجدھانی بنایا تھا اسی لئے گمان غالب ہے کہ نظام آباد کا نام اندور اسی مناسبت سے رکھا گیا ہو۔

تاریخی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ اورنگ زیب جب دکن فتح کرنے کے لئے نکلا تو مرہٹواڑے کی سرحد عبور کرتا ہوا بودھن' موضع اندور' بالکنڈہ اور بھیمگل کے راستے سے گولکنڈہ کا رخ کیا۔ ضلع نظام آباد دراصل شمالی ہند سے دکن یعنی گولکنڈہ تک پہونچنے کے راستے میں واقع ہے۔ اور گولکنڈہ پر حملے کی صورت میں دشمن کی فوجوں کو اسی راستے سے گذرنا پڑتا تھا۔ حضرت بندہ نواز گیسو دراز جب حیدرآباد آئے تو اسی راستے سے ان کا گذر ہوا تھا۔ اور حضرت بابا نتھر شاہ ابدال واقع بابا پور نے بھی کچھ دنوں قیام کیا تھا۔ اورنگ زیب کی آمد دکن کا بھی راستہ یہی تھا۔ اور وہ براہ بودھن نظام آباد گولکنڈہ پہونچا تھا۔ بودھن میں شہنشاہ کی شب بسری کی کہاوت زبان زد

خاص و عام ہے۔ کہ اس شب شہنشاہ کی نماز فجر قضا ہوگئی تھی۔ تب شہنشاہ نے اس سرزمین سے متعلق کہا تھا کہ ''بودن جائے بودنیست'' یہاں ایک چھوٹی سی مسجد اس دور کی یادگار ہے۔ اسی طرح بالکنڈہ اور بھیمگل میں بھی ہے۔ دکن کی فتح کے بعد 1707ء میں اورنگ زیب کے انتقال کے بعد مغلیہ سلطنت کمزور ہوگئی۔ اور دکن میں 1724ء تا 1947ء آصف جاہی سلطنت قائم ہوئی۔ اور کل سات حکمرانوں نے آصف جاہی سلطنت کو بڑی شان وشوکت کے ساتھ چلایا۔ اور اپنے دور حکومت میں کئی یادگاریں قائم کیں۔

رضائے مصطفیٰ کی تعمیر وترقی:

ہر جانکار آدمی کو معلوم ہے کہ اس ادارہ کا قیام 1990ء میں ہوا تھا، اور اس کے ابتدائی دن ہی سے طلبا کی قیام وطعام کا ادارہ کفیل تھا۔ 1996ء میں بدست حضور تاج الشریعہ معروف بہ ازہری میاں رحمۃ اللہ علیہ ایک مسجد بنام ''غریب نواز'' کی سنگ بنیاد رکھی گئی تھی۔ کافی جستجو اور تلاش کے بعد معلوم ہوا کہ 2003ء میں پہلی بار حفظ کی دستار بندی ہوئی تھی، مگر ان کی تعداد معلوم نہ ہوسکی۔

2007ء میں حضرت مولانا حافظ محمد غلام یاسین رضوی القادری دام ظلہ الاقدس کی صدارت کے حوالہ کردیا۔ اور تادم تحریر تقریباً عرصہ 18 سال سے یہی پر قومی وملی دینی ومسلکی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

یہاں پر آپ کے ساتھ استاذ القراٗ خطیب تلنگانہ حضرت مولانا قاری جاہ محمد مشہودی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لینا چاہتا ہوں، کہ دونوں مؤقر علما کی جوڑی بے مثال تھی، اور دارالعلوم کی تعلیمی اور تعمیری ترقی میں دونوں حضرات کی خدمات کو آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے، خستہ حال بوسیدہ مکانوں کو ڈھا کر خوب صورت دو منزلہ عمارت بنائی، جن کی تفصیل استاذ القراٗ حضرت مولانا قاری جاہ محمد مشہودی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

> الحمد للہ! پرشکوہ ودلکش، دیدہ زیب عمارت گنبد رضا کی بہاریں لئے ہوئے دعوت نظارہ پیش کررہی ہیں، ادارہ میں فی الحال 10 کشادہ روم ہیں، طلباء کے لئے درس گاہ وقیام گاہ جداجدا ہے، ہمہ وقتی 5 اور جزوقتی 4 مدرسین طلباء کی تعلیم وتربیت میں منہمک ہیں۔
>
> (دارالعلوم اہل سنت رضائے مصطفیٰ بودھن کا اجمالی تعارف: ص 3)

غرض اس پرشکوہ ودلکش عمارت کے گارا اور چونے میں آپ دونوں حضرات کا خون پسینہ شامل ہے،لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانا ایک قسم کی ریاضت سے کم نہیں ہے جو انانیت کو دل کی دنیا سے فنا کردیتا ہے اور بندہ کو اپنی عاجزی کا حال دریافت ہوتا ہے اور اسی سبب سے اللہ تعالی اس کے مرتبے کو بلند کردیتا ہے۔

تعمیر وترقی کے ذرائع

کمیٹی! چند باحوصلہ وباعظمت لوگوں کے منظم اور اکٹھا ہوکر کسی بھی ملکی وملی اور دینی و مسلکی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے متحد ہونے کا نام تحریک وتنظیم یا کمیٹی ہے، یہ تنظیم ملکی اور ملی طور پر عظیم الشان بھی ہوسکتی ہے، اور صوبائی وعلاقائی بلکہ ضلعی اور تحصیلی طور پر قلیل الشان بھی، تنظیم چاہے چھوٹی ہو یا بڑی، مقاصد کے لحاظ سے تنظیم بالا آخر تنظیم ہوتی ہے، اور اس کے معیار کی بلندی وپستی ان کے محرکین کی فلک پیما پرواز خیال، عزم وحوصلگی کی بلندی پر منحصر ہیں، اگر محرکین حاکمانہ ذہنیت کو ترک کرکے ہمت شکنی وتن آسانی کی روایت جاری نہ رکھیں، اور تنظیم وتحریک کے تئیں ہمہ دم متحرک وفعال رہے تو اقتصادیات کی دنیا میں اپنی لافانی وانمٹ خدمات وکارنامے کے نقوش چھوڑ سکتے ہیں۔

چونکہ تنظیم ہو یا مدارس اور دارالعلوم اس کی بقاودوام کا مدار وانحصار اس کے اراکین کی حرکت وعمل پر ہے، اگر اراکین مدارس کے تئیں مخلص ہیں اور خلوص وللّٰہیت سے اس کے لئے حرکت وعمل کررہا ہے تو وہ مدارس زندہ ہیں اور جب تک حرکت وعمل کرتا رہے گا مدارس بھی زندہ رہیں گے، اور جس دن محرکین جمود وتعطل کا شکار ہوگیا تو سمجھ لیجئے کہ مدارس وتنظیم موت کے گھاٹ اتر جائیں گی۔

اس بات کو بھی واضح کئے دیتا ہوں کہ موجودہ دور میں اکثر مدارس جیسے بھی ہو چل رہے ہیں، وہ علماء کرام کی مرہون منت ہیں، انہیں کی محنت کا ثمرہ ہے، اس میں کمیٹی وٹرسٹیان کی رتی بھر بھی سعی وکوشش کو دخل نہیں ہے، کیونکہ مدارس کو چلانے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ رقومات کی بازیابی ہے، جس کی برآمدگی کے لئے علمائے کرام جی توڑ کوشش فرماتے ہیں اور اسی محنت کے نتیجہ میں سال بھر تک بےفکری سے مدارس کے اخراجات کمیٹی وٹرسٹیان پورے کرتے ہیں۔

اس لئے دور حاضر کی اکثر مدارس مالی واقتصادی طور پر ابتدا ہی سے نیم مردہ حالت

کے شکار رہے ہیں، مدارس کی اکثریت کبھی خود متکفل نہیں تھی اور اگر مدارس کے کمیٹی وٹرسٹیان سابقہ روایات پر اسی طرح عمل پیرا رہے، تو امید ہے کہ صبح قیامت تک کبھی خود متکفل نہیں ہوسکتے، شاید انہیں غیر متکفل مدارس کو دیکھ کر کسی نے جبری استحصالی طور پر ایک شعر کے ذریعہ اس حقیقت افگیں بات کی عکاسی کرڈالی ہے، ملاحظہ فرمالیجئے۔؟

کریما بہ بخشائے برحال بندہ   کہ ہستم اسیر مدرسہ کمیٹی وچندہ

لہذا موجودہ دور کے اکثر مدارس کی اقتصادی حالت واقعی نہ صرف چندہ کے اسیر و قیدی ہیں، بلکہ مدارس کی بقاء ودوامی کا انحصار چندہ ہی کی مرہون منت ہے، اگر ایک سال علمائے کرام چندہ کرنے نہ جائیں، تو مدارس کی حالت نہایت ابتر ہوجائے، بلکہ بند ہونے کی کگار میں آجائے، اس کا تازہ نمونہ 2020 میں لاکڈاؤن کی وجہ سے مدارس کی جو حالت ہوگئی ہے، اسے خود اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔

چونکہ یہ بات اظہر من الشمس ہیں کہ مدارس کو چلانے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ مالی اقتصادی کی قلت ہے، یہ صرف نئے مدارس کی راہ میں ہی نہیں بلکہ قدیم مدارس کے راستے میں بھی بڑی رکاوٹ ہے، کیونکہ موجودہ دور میں مدارس اسلامیہ کی دوام وبقا کا انحصار عوام مسلمین کی جیب خاص پر موقوف ہے، جس کی بنا پر عوام بھی ایک حد تک چندہ دینے میں خائف نظر آتے ہیں، اور کبھی کبھی کثرت مدارس کا حوالہ دیکر جان بھی چھڑا لیتے ہیں، اس لئے مدارس کا اقتصادی طور پر بحران کا شکار ہونے کی یہ بھی ایک وجہ ہوسکتی ہے۔

لہذا مدارس اسلامیہ کی مالی واقتصادی بحران کے شکار ہونے کی اور بھی کئی وجوہات ہوسکتی ہے، مگر میری نگاہ میں سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ،، کمیٹی وممبران کا مدارس کے تئیں اپنی ذمہ داری کو نہ سمجھنا، یا جان بوجھ کر اعراض کرنا،، مطلب یہ ہے کہ مدارس میں کمیٹی اس لئے بنائی جاتی ہے کہ وہ شعبہ مالیات کو نہ صرف فروغ دے بلکہ مالی اقتصادی بحران کو قریب پھٹکنے بھی نہ دیں، مدارس کو مالی طور پر خود متکفل بنادے، تاکہ کسی بھی ان ہونی صورت حال کا مقابلہ کیا جا سکے، عوام مسلمین کے چندہ پر منحصر وموقوف نہ رہیں، بلکہ مدارس کی اقتصادی حالت کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے لائحہ عمل زیر غور لائیں۔

حقیر تو اس لائق نہیں ہے کہ مدارس کی مالی واقتصادی بحران کا حل پیش کرے، البتہ بطور مشورہ حل کی چند صورت وشباہت نمبروار پیش کیا جاتا ہے، جس سے دین کی خدمت کا سلسلہ

بھی جاری رہے گا اور قوی امید ہے کہ مدارس بھی خود متکفل ہو جائیں گے۔

(1) پہلی بات تو یہ ہے کہ مدارس کے تئیں اراکین اربعہ سے لیکر جملہ ممبران کو اپنی ذمہ داری سمجھنی ہوگی، اور ذہن میں اس بات کو بٹھالینا ہے کہ مدارس کی معاشی و مالی شعبہ کو سنبھالنے کے تمام تر ذمہ دار کمیٹی وٹرسٹیان کی ہیں، علمائے کرام کی نہیں۔

(2) بعض کمیٹی وٹرسٹیان مدارس کے فنڈ سے اپنی تجارت کو چار چاند لگا رہے ہیں، لیکن وہی کام دو چار مزدوروں کو رکھ کر مدارس کے لئے بھی کیا جاسکتا ہے، جس کی ساری آمدنی مدارس کے فنڈ میں جمع ہوں گی۔

(3) ابتداً چھوٹے موٹے بزنس پر ہاتھ صاف کیا جائے، پھر جب فنڈ میں رقومات کی زیادتی ہو اس کے حساب سے تجارت کو فروغ دیا جائے۔

(4) مدرسہ کے نام پر منقولہ اور غیر منقولہ جائداد حاصل کریں، ان میں شاپنگ محل یا مکان تعمیر کر کے کرائے پر اٹھا دئے جائیں۔

(5) قابل کاشت زمین خرید کرانہیں کاشتکار کے حوالے کر دیا جائے، اور اناج کو مروجہ وقت کے حساب سے تقسیم کرلیں، جس سے مدارس میں اشیاءِ خوردنی کی قلت کا خاتمہ ہوگا۔

(6) مدارس کی جانب سے رسائل وجرائد کا اجراء کیا جائے، جس سے خود مدارس میں تعلم وتعلم کا ماحول بنے گا، اور سماج ومعاشرہ میں بھی علمی دور دورہ ہوگا۔ اس سے دین کی تبلیغ بھی ہوگی اور مدرسہ کو مالی منفعت بھی ہوگا۔

(7) پریس اور اشاعت گھر قائم کرنا، اس میں دوسرے ناشرین اور کتب فروشوں کو بطور ایجنٹ مقرر کریں۔

(8) علمائے کرام کو اطمنان بخش مشاہرہ سے نوازیں، بلکہ گاہ بہ گاہ انہیں انکی تعلیمی خدمات کا اطمنان بخش حوالہ دیکر انعام واکرام سے بھی نوازیں، کہ ان کے وجود سے ہی کھلا ہے کائناتِ مدرسہ کا روزن، وہ نہیں تو مدرسہ بھی نہیں۔

ان تمام گزارشات سے مجھے یقین ہے کہ اس پر اگر عمل کرلیا جائے، تو نہ صرف مدارس کی اقتصادی ومعاشی بحران کا خاتمہ ہوگا، بلکہ تعلیمی بدحالی پر بھی قدغن لگے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق انیق عطا فرمائے۔

مذکورہ بالا مضمون کو میں نے کئی سال پہلے لکھا تھا، مگر آج حضرت کی دور اندیشی کو دیکھ کر

یاد آیا اور حسب ضرورت نقل کر دیا، تا کہ دیگر مدارس کے منتظمین بھی فائدہ اٹھائیں، خیر بتانا یہ تھا کہ حضرت کی کوشش وکاوش سے 2/ ایکڑ زمین اوٹ پلی میں دارالعلوم کے نام سے خریدی گئی ہے، تا کہ دارالعلوم کی آمدنی کا مستقل ذریعہ بنے۔

تعلیمی ترقی کا نمونہ

دارالعلوم رضائے مصطفیٰ کی دو منزلہ پرشکوہ اور فلک بوس دلکش عمارتوں کے تعارف کے بعد اس کی تعلیمی شعبہ جات بھی استاذ القرا حضرت مشہودی صاحب قبلہ کی زبانی ملاحظہ فرمالیجئے۔

اطفال☆حفظ القرآن☆قرآت حفص مکمل☆عالمیت☆امامت کورس☆انگلش☆حساب☆کمپیوٹر ☆سیلائی سنٹر ☆بزم برکات رضا☆علامہ ازہری لائبریری☆خانقاہ رضویہ۔

ہر ماہ تعلیمی جائزہ☆ششماہی امتحان☆سالانہ امتحان [بذریعہ بیرونی ممتحنین]☆ہر ہفتہ بزم برکات رضا☆ہر جمعرات نوری محفل☆روزآنہ تربیت واصلاح عقائد پر خصوصی مضمون☆ہر ماہ کی 10/ تاریخ کو محفل ذکر ونعت وروحانی تعلیمات۔

ان شعبہ جات کو دیکھ معلوم ہوتا ہے کہ دارالعلوم رضائے مصطفیٰ کا تعلیم یافتہ دور جدید کے نئے تقاضوں سے بھرپور لیس ہو جاتا ہے، دین کے ساتھ ساتھ معاشی اعتبار سے بھی خود متکفل ہو جاتا ہے۔

بیعت وارادت:

زمانہ طالب علمی ہی میں آپ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے ہاتھوں پر بیعت ہو چکے تھے، جس کا پاس ولحاظ ہمیشہ رکھتے رہے اور آج بھی اسی جذبہ کے ساتھ عقیدت رکھتے ہیں۔

اجازت وخلافت:

مفتی اعظم مہاراشٹر حضور اشرف الفقہاء علامہ مفتی محمد مجیب اشرف رضوی القادری علیہ الرحمہ نے آپ کو بلا طلب خلعت خلافت سے برسر اسٹیج لوگوں کے روبرو عطا فرماتا تھا۔ پھر وارث جبہ مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ عنہ خانقاہ بلگرام شریف کے سجادہ نشیں حضرت گلزار

اسماعیل واسطی معروف بہ حضور گلزار ملت دام قبالہ نے بھی سلسلہ چشتیہ قادریہ کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

خانقاہ رضویہ کا قیام:

خانقاہیں زمانہ قدیم کی امانت ہیں، جہاں پر بے علم کو علم ظاہری اور ظاہری علم والوں کو باطنی علم وفیضان سے معمور کیا جاتا تھا، آج بھی یہاں پر فنافی اللہ وفنافی الرسول اللہ کا درس دیا جاتا ہے اور بالخصوص اللہ تعالی سے رشتہ مضبوط کیا جاتا ہے، مگر آج خانقاہوں کی اکثریت اپنے مقصد سے دور ہوچکی ہیں، کیوں کہ ان خانقاہوں کے ذمہ داران علم ظاہری سے بے بہرہ ہوتے ہیں، لیکن جس طرح کے جامعہ نظامیہ بغداد میں حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ النورانی مدرسہ کے ساتھ خانقاہ بھی چلاتے تھے، اسی کے مطابق آپ کی تقلید کرتے ہوئے حضرت مولانا نے دارالعلوم رضائے مصطفیٰ ہی کے ایک حال کو خانقاہ بنادیا، اور اسی میں خانقاہی رسومات کے مطابق بندگان خدا کو خدا رسیدہ کیا جاتا ہے۔

اس خانقاہ کا نام خانقاہ رضویہ رکھا، اور 23 / جون 2011ء میں اس کا افتتاح بدست مبارک حضور اشرف الفقہاء علامہ مجیب اشرف علیہ الرحمہ فرمایا۔ ہر ماہ اسی کے تحت روحانی تصفیہ قلب کے لئے نوری محفل کا انعقاد ہوتا ہے۔

خدمت خلق

خدمت خلق کے بے انتہا راستے ہیں، جن کا حدوشمار نہیں کیا جاسکتا، اسلام کا یہ وہ شعبہ حیات ہے، جہاں مذہب ومسلک کو نہیں دیکھا جاتا، کیونکہ کسی بھی طرح کے مصیبت زدوں کو مصیبتوں سے نکالنا ہی دین ومذہب اور مسلک کا نصب العین ہے، بعض لوگ مذہب اور انسانیت کو الگ الگ تصور کرتے ہیں، جو نادانی اور بے علمی کا نتیجہ ہے، انسانیت، مذہب ومسلک سے کوئی الگ شئی نہیں ہے، ایک ہی چیز ہے۔

علمائے دین آج کے زمانے میں اگر چہ معاشی اعتبار سے نہایت کمزور اور مظلوم طبقہ ہے، مگر خدمت خلق کے جس اعلی وارفع مقام پر وہ فائز ہیں، دوسرا اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا، یہ صرف علما کی شان ہے، جن کے پاس ہر مذہب وملت کے لوگ بلا کسی امتیاز کے آتے ہیں اور غم والم سے نجات پاتے ہیں، سب سے بڑھ کر ان کی خدمت خلق یہ ہے کہ لوگوں کی دنیا کے ساتھ

ان کی آخرت کی فکر بھی کرتے ہیں، اس شعبہ حیات کو اجمالاً بیان کردیا، اگر اس کی پرت کھولنے جائیں تو دفتر تیار ہوجائے۔

دینی خدمات کا اجمالی جائزہ:

آپ دارالعلوم اہل سنت رضائے مصطفیٰ بودھن ضلع نظام آباد میں 2007ء کو تشریف لائے تھے، اور جب سے آج تک صدارت کے عہدے پر فائز ہے اور آپ کی صدارت وزیر نگرانی میں دارالعلوم دن دونا رات چوگنی ترقی پر ہے، جب سے آج تک کا اشاریہ بزبان حضرت مولانا قاری جاہ محمد مشہودی ملاحظہ کیجئے۔

(1) مدرسہ کی قدیم وخستہ عمارت کا انہدام وسنگ بنیاد تعمیر جدید جون 2007ء بدست مبارک حضور اشرف الفقہاء حضرت مفتی مجیب اشرف صاحب قبلہ (علیہ الرحمہ)

(2) گرمائی تعطیلات کے موقع پر اسکولی بچوں کے لئے ازہری اسلامک کلاسس آغاز 2007ء۔

(3) "ازہری لائبریری کا قیام 2008ء کو بدست ممتاز الفقہا محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی۔

(4) ماہ رمضان المبارک میں خواتین کے لئے ساعت قرآن کریم کا اہتمام وانتظام 2009ء سے جاری ہے۔

(5) دعوت وارشاد کے لئے 2011ء میں خانقاہ رضویہ کا افتتاح بدست حضور اشرف الفقہا۔

(6) خانقاہ رضویہ کے تحت 2011ء سے جاری ہر قمری ماہ کی 10 تاریخ میں محفل ذکر ونعت اور روحانی تعلیمات۔

(7) حصول موئے مبارک شریف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلیہ وسلم اور زیارت اول سن 2012ء۔

(8) دارالعلوم کے فائدہ کے لئے 2 ایکڑ زمین کی خرید۔

(9) "نوری سیلائی سینٹر 2014ء سے جاری ہے۔

(10) ہر سال ماہ رمضان میں تراویح کے لئے اطراف میں حفاظ کا تقرر

،2008 سے جاری۔

(دارالعلوم اہلسنت رضائے مصطفیٰ بودھن کا اجمالی تعارف ص:6)

ان کے علاوہ 12 روزہ جلسہ عیدمیلادالنبی صل اللہ علیہ وسلم بڑے تزک واحتشام سے بودھن واطراف میں کیا جاتا ہے اور جلوس محمدی صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قیام بھی عمل میں لائے ہیں، جو عظیم الشان پیمانے پر شہر میں نکالا جاتا ہے۔

ماہ محرم الحرام کے اولیں عشرہ میں دس روزہ اجلاس شہراوراطراف میں کیا جاتا ہے۔اورایام حج سے قبل ''سنی تربیتی حج کیمپ'' کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔

ازہری اسلامک کلاسس پرایک نظر:

قوم کے ہونہار بچے جو مدرسے میں دینی تعلیم حاصل نہیں کرپاتے، اور گورنمنٹ یا پبلیک لی اسکولوں میں عصری علوم سے مزین ہوتے ہیں، انہیں دینی تعلیم حاصل کرنے کا موقع نہیں ملتا، گرمائی تعلطیل کا سلسلہ نہایت طویل رہتاہے، اس دوران محلے کی مسجدوں اور مدرسوں میں جانے کی بجائے رشتے داروں کے یہاں جاکر تضیع اوقات کرتے ہیں، وقت کی بربادی سے بہتر ہے کہ تعطیل کے ان دنوں میں نماز روزے کے مسائل اور کھانے پینے سونے جاگنے کی دعائیں یاد کرلیں، قوم کے نونہالوں کے برباد ہوتے دن اور بیکار زندگی کو کارآمد بنانے کے لئے گرمائی تعطیل ''ازہری اسلامک کلاسس'' جاری کیا، جیسا کہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ بودھن کے شمارہ 5/مئی 2012ء کے ایک رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے، ملاحظہ کیجئے۔

> گرمائی تعطیلات کے پیش نظر حسب سابق دارالعلوم اہل سنت رضائے مصطفیٰ میں مورخہ 25/اپریل 2012 تا 5/جون 2012ء 40 روزہ ازہری اسلامک کلاسس جاری وساری ہے، شہرو اطراف کے نونہالان اسلام کثیر تعداد میں آکر علوم دینیہ سے شرف یاب ہورہے ہیں، انہیں عربی تعلیم، مسنون دعائیں، طریقہ وضو نماز اور نماز کی دعائیں نعت وسلام وغیرہ سے روشناش کرایا جارہاہے، اس کے لئے خصوصی طور پر ایک مدرس کا بھی تقرر کیا گیا ہے، تاکہ بچوں کی اچھی تعلیم وتربیت ہوسکے، نوجوانان اہل سنت کے لئے دائمی کلاسس بعد عشا 9.00 بجے سے مقرر ہے۔
>
> [ماہنامہ رضائے مصطفیٰ بودھن ص:19]

یہ ہے کہ قوم کے نونہالوں اور نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے تئیں آپ کی فکرمندی، دل کی دردمندی، یوں معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم وتعلم سے آپ کو گہری دل چسپی ہے، اتنی کہ ہر پل اور ہر لمحہ اسی قسم کے خیالوں میں ڈوبے رہتے ہیں، دینی تعلیمی کاز ہی نہیں بلکہ تبلیغ دین وسنت اور اصلاح معاشرہ کی گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔

سماعت قرآن برائے خواتین اسلام:

وجود زن سے ہے کائنات میں رنگ وبو

بچے کا سب سے پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے، ماں اگر تربیت یافتہ ہوگی، شرم وحیا اور پاک دامن ہوں گی، سیرت واطوار پاکیزہ اور معطر ہوں گی، تو اس گود میں پلنے والے بچہ پر نیک سیرتی کا اثر ضرور مرتب ہوگا، سماج اور معاشرہ بھی پاک باز ہوگا۔

لیکن آج ہماری ماں اور بہنیں ماہ رمضان میں بھی قرآن عظیم کی تلاوت اور قرآن فہمی نعت نبی خوانی کی بجائے زبانوں میں بے ہودہ گانے گنگناتی رہتی ہیں، ان سے نیک سماج اور معاشرہ کی امید کیسے کی جاسکتی ہے۔

رمضان المبارک نہایت رحمتوں، برکتوں، مغفرتوں کے حصول کا مہینہ ہے، اس مہینہ میں روزہ دار عموماً ''کم کام اور زیادہ آرام'' کرتے ہیں، وقت گزاری کے لئے آلات طاؤس و رباب اور طوائفوں کے پیروں کی گھنگروؤں کے جھنکار میں گم ہوجاتے ہیں، اس طرح روزہ کو کمزور اور ثواب کی بجائے عذاب کے مستحق ہوتے ہیں، اسی عذاب سے بچانے کے لئے حضرت والا نے ماہ رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں خواتین اسلام کے لئے ''سماعت قرآن کریم'' کا آغاز فرمایا، تاکہ طاؤس ورباب کی بجائے قرآن کریم سن کر وقت کی ضیا کاری سے بچ جائیں گی، اس کام کے لئے ادارہ کی جانب سے حفاظ کا انتظام ہر سال کیا جاتا ہے، جیسا کہ حضرت مشہودی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے۔

> ماہ رمضان المبارک کے موقع پر دارالعلوم رضائے مصطفیٰ بودھن کے زیر اہتمام حسب سابق شہر کے مختلف مقامات پر سماعت قرآن کا اہتمام کیا جا رہاہے، تاکہ اسلامی بہنیں بھی فیضان وبرکات قرآن عظیم سے مالامال ہوں، دارالعلوم رضائے مصطفیٰ کے متعلمین [حفاظ کرام] پس پردہ تلاوت قرآن عظیم کا شرف حاصل کریں گے، خواتین اسلام سے کثیر تعداد میں

شرکت کی گزارش ہے۔[ماہنامہ رضائے مصطفیٰ بودھن ص:19]

مرد حضرات تو مسجدوں میں قرآن کریم سن کر ثواب عظیم کے مستحق ہوتے ہیں، لیکن خواتین اسلام کے لئے ''سماعت قرآن کریم'' کا یہ سلسلہ بھی ایک نعمت ہے، اور ان کے حصول ثواب کا بہترین ذریعہ ہے۔ آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے اور ان شاء اللہ تعالی آگے بھی جاری رہے گا۔

سنی تربیتی حج کیمپ:

آج حرمین شریفین میں نجدی حکومت واقع ہے، مسٹر ہمفیرے نے وہابیت کا سارا انگریز نوازی کا پول کھول کر رکھ دیا ہے کہ یہ فرقہ انگریزی نوآبادیاتی پروگرام کا ایک حصہ تھا، جسے مسلمانوں کی تباہی و بربادی کے لئے ایجاد کیا تھا، یقیناً یہ فرقہ ملت شکن اور ایمان کش ہے انبیاء واولیاء اللہ کو صنم اور، مزارات کو صنم کدہ کہتا ہے اور سرور کائنات جان عالم صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے روضہ اقدس کو سب سے بڑا صنم قرار دیتا ہے، اسی باطل اعتقاد کی بنیاد پر روضہ رسول صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بلڈوز کرنے کی گستاخی بھی کرچکا ہے، جس کی تفصّل ''خاک حجاز کے نگہبان'' نامی رسالہ میں پڑھ سکتے ہیں۔

لہذا سنی تربیتی حج کیمپ نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ دور حاضر میں ہندوستان میں تقریباً دو گنڈے وہبائی فرقے مختلف نام اور پلیٹ فارم سے اسی وہابیت کی ترویج واشاعت پیٹرو ڈالر کی چمک دمک سے کرتے ہیں اور جگہ جگہ تربیتی حج کیمپ لگائے بیٹھتے ہیں جس کے ذریعہ سے اپنے باطل اعتقاد ونظریات کو نہ صرف عام کرتے ہیں، بلکہ حج کا اصل الاصول زیارت روضہ رسول صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہے، اس کو شرک وبدعت قرار دے کرامت کو اپنے رسول صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ذات سے دور رکھنے کی بھی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔ اسی باطل نظریہ کی انسداد کے لئے، حج وعمرہ پر جانے والے حاجیوں کی تربیت کے لئے ایک حج تربیتی کیمپ کی تشکیل بھی بہت ضروری اور وقت کا تقاضہ تھا، حج وعمرہ پر جانے والے سادہ لوح سنیوں کو اہل سنت کے مطابق تربیت دینے کی سخت ضرورت تھی، حضرت والا نے اس کمی کو محسوس کیا اور اس خلا کو پُر کرنے کے لئے ''سنی تربیتی حج کیمپ'' کے انعقاد کا سلسلہ جاری فرمایا، جو کہ ہر سال ٹینٹ لگایا جاتا ہے، جیسا کہ حضرت جاہ محمد مشہودی علیہ الرحمہ نے اعلان نامہ تحریر فرمایا ہے۔

> حسب سابق امسال بھی حج بیت اللہ شریف زیارت روضہ رسول صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عازمین کے لئے سنی تربیتی حج کیمپ ماہ شوال المکرم

> 1433ھ میں دار العلوم رضائے مصطفیٰ کے صحن [وادی رحمت] میں منعقد کیا جارہا ہے، جس میں باصلاحیت وجید ممتاز عالم دین مسائل حج وآداب زیارت سے عازمین کو روشناس کراتے ہوئے پریکٹیکل بھی کرائیں گے، لہذا تمام حضرات بالخصوص عازمین کرام سے کثیر تعداد میں شرکت کی گزارش ہے۔[ماہنامہ رضائے مصطفیٰ بودھن اگست 2012ص:19]

اس تربیتی حج کیمپ کے بہت سے فائدے ہوئے، حجاج کرام وہبیانہ عقائد ونظریات سے ہوشیار اور محفوظ رہتے ہیں۔

مذہبی جلسہ وجلوسوں کی قیادت:

حضرت شیخ العلما مدظلہ العالی بودھن ونظام آباد کے سنی مسلمانوں کی دینی ومسلکی اور سیاسی جلسہ وجلوس کی سربراہی وصدارت اور قیادت فرماتے رہیں ہیں، بلکہ ضرورت ہونے پر خود بنفس نفیس موجود بھی رہتے ہیں، ربیع الاول شریف میں بارہ روزہ جلسہ وجلوس شہر اور اطراف میں آپ ہی کے زیر نگرانی منعقد کیا جاتا ہے، اسی طرح محرم الحرام شریف میں دس روزہ اجلاس بھی احضرت شیخ العلما ہی کے زیر عاطفت منعقد ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ علاقائی جلسہ وجلوس میں آپ کی شرکت اور حمایت وتائید بھی رہتی ہے، مذکورہ بالا تمام باتوں کے ثبوت کے لئے ایک ایک اقتباس ماہنامہ رضائے مصطفیٰ سے نقل کروں تو مضمون طویل ہوجائے گا، البتہ نمونہ کے لئے صرف دو اقتباس نقل کئے دیتے ہیں، ماہ محرم الحرام کی دس روزہ جلسے کی صدارت کی بابت مرقوم فرمایا ہے۔

> ماہ محرالحرام کے مبارک موقع پر حسب سابق دار العلوم اہل سنت رضائے مصطفیٰ کے زیر اہتمام شہر بودھن واطراف میں یکم محرم الحرام تا دس 10/ محرم الحرام شاندار جلسہ یاد شہید اعظم رضی اللہ عنہ کا انعقاد کیا گیا، حضرت مولانا محمد غلام یاسین صاحب رضوی نے تمام جلسوں کی صدارت فرمائی۔
>
> [ماہنامہ رضائے مصطفیٰ بودھن؛ ڈسمبر 2012ص:19]

سیاسی فکر کے اجلاسوں کی قیادت:

عالمی سطح پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں رچنا باطل قوتوں کا اوڑھنا بچھونا ہے، آئے دن نت نئے طریقوں اور شوشوں سے امت مسلمہ کو فکری طور پر پریشان کرتے رہتے

ہیں،موجودہ دور میں مسلمان چونکہ تعلیم یافتہ کم ہے اسی لئے بہت جلد ایموشنل ہوجاتے ہیں،اور دشمن اسی کا فائدہ حاصل کرلیتا ہے۔

یہودیوں کی اسلام و مسلم دشمنی جگ ظاہر ہے،کبھی مسلمانوں کے خلاف زہر اگلتے ہیں، کبھی قرآن کی بے حرمتی کرتے ہیں،کبھی جان عالمین صَلَّی اللّٰہ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کی توہین کرتے نظرآتے ہیں، یہ سب دیکھ کر ایک مسلمان کے ایمانی خون میں جوش اور ابال کیوں نہیں آسکتا، ہر جگہ سے مسلمانوں نے احتجاجی جلسے کئے، پھر شہر بودھن کے باحمیت لوگوں کی رگ حرارت شانت کیسے رہ سکتی تھی، حضرت شیخ العلما کے زیر صدارت احتجاجی جلسہ ہوا،اور شہر بھر کے لوگوں نے بیداری کا ثبوت دیا،اس کی رپورٹ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ میں مرقوم ہے،ملاحظہ کیجئے۔

امریکہ ،اسریل،فرانس اور یہودیوں ،نصرانیوں کی جاریہ سال ناپاک وشرانگیز شیطانی حرکات یعنی جان عالمین سیدالمرسلین صَلَّی اللّٰہ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کی شان میں گستاخانہ فلم نیز توہین اسلام وقرآن کی مذمت میں منجانب رضا اکیڈمی شاخ بودھن پر مورخہ 11 /نومبر 2012ء بروز اتوار بعد عشا ایک عظیم الشان احتجاجی جلسہ بنام ”جلسہ فداک یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیۡہِ وَسَلَّم وجلسہ یاد سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ زیر صدارت حضرت مولانا محمد غلام یاسین رضوی منعقد پذیر ہوا۔

[ماہنامہ رضائے مصطفیٰ بودھن]

غرض شہر بودھن واطراف مذہبی اور سیاسی جلسوں کی صدارت آپ ہی کی زیر نگرانی انعقاد پذیر ہوتی ہیں۔

تصنیفی خدمات:

دارالعلوم میں کوئی مستقل ”تصنیف وتالیف“ کا شعبہ نہیں ہے،مگر آپ کے زیر نگرانی خطیب تلنگانہ حضرت مولانا قاری جاہ محمد مشہودی علیہ الرحمہ نے اپنی ادارت میں ”ماہنامہ رضائے مصطفیٰ“ نکالنا شروع کیا توان کی نشرواشاعت کا ذمہ آپ ہی کا تھا، کتب خانہ تو آپ کا تھا مگر نام نہ تھا، ماہنامہ کے علاوہ متعدد رسائل ”برق انوار رضا“ اور ”انوار اشرف الفقہا“ وغیرہ آپ ہی کی سرپرستی ونگرانی میں اشاعت ہوئی اور جب ”صلح کلیت سم قاتل“ کی اشاعت کا مرحلہ آیا تو حضرت نے اپنے کتب خانہ کا نام ”مکتبہ برکات رضا بودھن“ رکھ چکے تھے۔

آپ کو دارالعلوم کی مصروفیات اور کثرت مشاغل نے ”تصنیف وتالیف“ کی جانب توجہ نہ دینے دی،اسی لئے آپ کی کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے مگر اس کے باوجود ماہنامہ رضائے مصطفیٰ کی فائلیں گواہ ہیں، جو آپ ہی کی زیر نگرانی نکلتا تھا،اور آپ کے مضامین کبھی ”تجلیات قرآن“ ”ضیائے حدیث“ اور ”مسائل شرعیہ“ وغیرہ کے تحت شائع ہوتے تھے،قرآن کریم کی تفسیر اور حدیث شریف کی تفہیم بڑے ہی محققانہ انداز میں کرتے ہیں،ان دونوں باب میں آپ مفسر قرآن اور ایک محدث نظر آتے ہیں، جب کہ مسائل شرعیہ کے باب میں ایک منجھے ہوئے دقیقہ رس مفتی معلوم ہوتے ہیں۔لہذا ان مضامین کو ایکجا کر کے مضامین یاسینی کے نام سے افادہ عام کے لئے شائع کر دے تو ایک بڑا کام ہوگا۔

مضامین میں اصلاحی پہلو

ایک مصلح اپنی قوم کی اصلاح کے لئے عموماً دو قسم کی ذرائع سے کام لیتا ہے۔تقریری اورتحریری۔حضرت شیخ العلما کو جب ہم ان دونوں میدان میں دیکھتے ہیں،توان میں بھی آپ کامیاب نظر آتے ہیں، دینی ومسلکی قومی وسماجی خدمات کے لئے ہر عملی میدان میں ہر پل کمربستہ رہتے ہیں۔

حضرت شیخ العلما مدظلہ العالی بسیار نویس نہیں ہے،لیکن جتنے بھی مضامین نوک قلم سے قرطاس ابیض پر منقش ہوئے، وہ تمام مضامین اور تحریریں اصلاح اعمال اور اصلاح عقائد پر مبنی ہیں،ان تینوں شعبہ حیات سے متعلق تحریروں کا نمونہ فرادیٰ طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

اصلاح عقائد:

اہل سنت وجماعت کے مسلمہ عقائد میں سے ایک عقیدہ ”استعانت“ کا ہے، چاہے انبیا کرام ہو یا اولیا اللہ ہر دونوں سے روحانی ومادی مدد طلب کرنا جائز ہے،اس میں شرک کا شائبہ تک نہیں، کیوں کہ استعانت چاہے واسطہ سے ہو یا بواسطہ حقیقی مستعان تو اللہ عزوجل ہی ہے،انبیا اللہ اور اولیا اللہ تعالی علیھم عون الٰہی کے مظہر ہیں۔اسی لئے خدائے تعالی کے مقرب بندوں سے استعانت نہ صرف جائز ہے بلکہ قرآن وحدیث کے عین مطابق ہے،اللہ تعالی سورہ [محمد:7] میں فرماتا ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰہَ یَنۡصُرۡکُمۡ وَیُثَبِّتۡ اَقۡدَامَکُمۡ۔

اے ایمان والو! اگر تم دین خدا کی مدد کروگے،اللہ تمہاری مدد کرے گا اور

تمہارے قدم جمادے گا۔[کنزالایمان]

نیز اس مسئلہ پر علما اہل سنت نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں، جس میں آیات قرآنیہ اور احادیث مصطفویہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے گلدستے سجادئے ہیں تفصیل وہیں پر ملاحظہ فرمائیں۔لیکن یہاں پر ایک آیت کریمہ معلوم کرنے کے بعد ایک حدیث ملاحظہ فرمالیجئے، جسے امام اہل سنت اعلی حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمۃ المنان نے نقل فرمائی ہے۔

۔عن عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم: اذا اضل احدکم شیئًا وارادعونا وھو بارض لیس بھا انیس فلیقل: یاعباد اللہ! اعینونی، یاعباد اللہ! اعینونی، یاعباد اللہ! اعینونی، فان للہ عبادا لا یراھم۔

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہوجائے یا راہ بھولے اور مدد چاہے اور ایسی جگہ پر ہو جہاں کوئی ہمدم نہیں تو چاہیئے یوں پکارے، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، کہ اللہ کے کچھ بندے ہیں جنہیں یہ نہیں دیکھتا وہ اسکی مدد کریں گے۔

[برکات الامداد صفحہ ۴۱ ☆ فتاویٰ رضویہ ۳/ ۱۳۵]

اگر اللہ کے مقرب بندوں کو مدد کے لئے پکارنا شرک ہے، جیسا کہ وہابی مذہب کے پیروکار علما اسے شرک قرار دیتے ہیں، تو سوال یقینی بنتا ہے کہ پھر تو قرآن وسنت بقول ان کے شرک کی تعلیم دیتی ہے، تب تو پھر دنیا جہان میں کوئی ایک انسان بھی شرک کی تہمت سے بچ نہیں سکتا، اسی نکتے کی جانب حضرت شیخ العلما مدظلہ نے ''ایاک نستعین'' کی تفسیر میں بالکل عوامی انداز اور شیریں لب ولہجہ سے بات سمجھادی ہے کہ حضرت انسان کی زندگی سراپا احتیاج اور منت کش ہے، اس سے عہدہ برآ کوئی ہو نہیں سکتا، بہر حال آپ تحریر فرماتے ہیں، ملاحظہ کیجئے۔

وایاک نستعین: ہم تجھی سے مدد چاہتے ہیں بغیر تیری مدد کے نہ ہم عبادت کر سکیں، نہ پھر اس میں شبہ ہے کہ بغیر واسطہ اللہ عزوجل سے استعانت کریں۔واسطہ: اس کا حکم تو قرآن میں موجود ہے، قولہ تعالی: **وابتغوا الیہ الوسیلہ**۔میری طرف وسیلہ چاہو میری طرف آنے کے لئے وسیلہ تلاش

کرو۔دیکھئے وحدۃ الوجود کے جاننے میں ہم محتاج، خالق کے جاننے میں ہم محتاج، قدرت کے جاننے میں ہم محتاج، ایسی تمام صفات وذات کو جاننے میں ہم رسول کے محتاج، پھر صحابہ کے محتاج، پھر تابعین کے محتاج، پھر تبع تابعین کے محتاج، ائمہ مجتہدین، اولیاء صالحین، علماء ربانین کے محتاج، بایں وجہ واسطہ وسیلہ ضروری ٹھہرا۔

[ماہنامہ رضائے مصطفیٰ بودھن: فروری 2012ص6]

یعنی جب انسان تا زندگی ہر گام میں محتاج ہے پھر استعانت کا منکر محض کوئی احسان ناشناس ہی نہیں بلکہ کوئی خبط الحواس ہی ہوسکتا ہے۔

اصلاح اعمال:

اصلاح اعمال کے یوں تو بہت سے پہلو ہے، ان پر گفتگو کرنا طوالت کو مستلزم ہے اسی لئے ہم یہاں پر دینی عبادت کا پہلو سامنے رکھتے ہیں، آج کل بعض لوگ فجر کی سنت کو لے کر متردد ہیں، پہلے نہیں پڑھنے والے بعد نماز فرض سلام پھیر کر سنت کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں، کیا ایسا کرنا درست ہے، حضرت شیخ العلما نے اس مسئلہ کو سہل ترین انداز میں قلم بند فرمایا ہے، ملاحظہ کیجئے۔

سوال: کن نمازوں کی قضا ضروری ہے۔؟

جواب: فرض نمازوں کی قضا فرض ہے، وتر کی قضا واجب ہے۔اور فجر کی سنت اگر فرض کے ساتھ قضا ہوا اور زوال سے پہلے پڑھے تو فرض کے ساتھ سنت بھی پڑھے۔اور زوال کے بعد پڑھے تو سنت کی قضا نہیں۔اور اگر فجر کی فرض پڑھ لی ہے، اور سنت رہ گئی تو بیس منٹ دن نکلنے سے پہلے اس کی قضا پڑھنا گناہ۔اور ظہر یا جمعہ کے پہلے کی سنتیں قضا ہوگئیں اور فرض پڑھ لی اگر وقت ختم ہوگیا تو ان سنتوں کی قضا نہیں۔اور اگر وقت باقی ہے تو پڑھے اور افضل یہ ہے کہ پچھلی سنتیں پڑھنے کے بعد ان کو پڑھے۔[درمختار][ماہنامہ رضائے مصطفیٰ بودھن ص:5]

معلوم ہوا کہ فرض کی نماز میں سلام پھیرنے کے بعد فجر کی سنت کے لئے کھڑا ہونا گناہ ہے، اس سے مسلمانوں کو بچنا چاہیئے، اور اس سنت کو سورج نکلنے کے تقریباً بیس 20/منٹ بعد

ادا کریں۔

اوجھڑی کا مسئلہ:

اسی طرح اوجھڑی اور آنت کھانے والے بضد مسلمانوں کی آپ نے بہترین انداز سے خبر لی ہے، فرماتے ہیں، ملاحظہ کیجئے۔

سوال: جو لوگ اوجھڑی اور آنت کھانے پر بضد ہیں جب ان لوگوں کو منع کیا جاتا ہے تو اس میں سے بعض تو یہ کہتے ہیں، طبعی ہے جس کا دل چاہے کھائے ورنہ نہ کھائے اور بعض لوگ کہتے ہیں معاذ اللہ کہ مکروہ ہی تو ہے حرام تو نہیں ہے۔ ان لوگوں کا ایسا کہنا کیسا ہے؟ نیز حرام اور مکروہ تحریمی کا فرق واضح کریں۔

جواب: حرام قطعی فرض کا مقابل ہے اور مکروہ تحریمی واجب کا مقابل ہے یعنی جس طرح واجب کا ادا کرنا لازم وضروری ہے اسی طرح مکروہ تحریمی سے بچنا لازم وضروری ہے۔ حرام کا ایک بار قصداً کرنے والا گنہگار مرتکب کبیرہ وفاسق ہے اور مکروہ تحریمی کا ایک بار کرنے والا گنہگار اور چند بار کرنے والا مرتکب کبیرہ وفاسق ہے۔ اوجھڑی اور آنتوں کے کھانے کو طبعی یعنی مباح کہنے والا نرا جاہل ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مکروہ ہی تو ہے ،حرام تو نہیں ہے، ان کے قدم گمراہی کی طرف بڑھ رہے ہیں، کچھ دنوں کے بعد سنت بلکہ وتر چھوڑ کر یوں کہنے لگیں گے کہ واجب ہی تو ہے فرض تو نہیں ہے۔ بلکہ ترقی کریں گے تو اوجھڑی اور آنتوں کے ساتھ لید گوبر کھائیں گے، اور منع کرنے پر کہیں گے ،حرام ہی تو ہے کفر تو نہیں ہے، کھاتے ہیں تو کیا ہوا کھانے کے باوجود بھی تو ہم مسلمان ہیں کافر تو نہیں ہوئے۔ العیاذ باللہ۔ [ماہنامہ رضائے مصطفیٰ بودھن فروری 2013 ص 7]

تقریر وخطابت

پیشہ ور مقرر بننا نہایت آسان ہے، لیکن کسی مسجد کا خطیب بننا آسان نہیں ہے، کیونکہ ان کے اکثریت کی بے چارگی دیکھی بھالی ہے جو ایک ہی یاد کی ہی تقریر میں اپنی خطابت کا زمانہ پار کردیتے ہیں، جب کہ ایک مسجد کا خطیب ہر جمعہ میں بیان الگ الگ، عنوان نیا نیا، انداز جدا

گانہ رکھتے ہیں۔ ایک پیشہ ور مقرر اور ایک مسجد کے خطیب کی خطابت میں بنیادی فرق نیت کا ہوتا ہے، ایک اچھا امام یہی چاہتا ہے کہ ان کے مقتدی اللہ کا نیک بندہ بن جائے، جب کہ پیشہ ور مقرر اپنے سامعین کو رجھا کر واہ واہ لوٹتا ہے، سامعین اگر متاثر ہو کر واہ واہ اور سبحان اللہ نہ کہے تو بے چارہ مقرر خود ہی واہ واہ اور سبحان اللہ بلوالیتا ہے، تا کہ نذرانہ میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

آپ پیشہ ور خطیب نہیں ہے، مگر آپ کی خطابت مسجد غریب نواز کے ممبر پر ہر جمعہ کو ہوتی ہے، علاوہ بودھن واطراف میں ماہ محرم الحرام کے دس روزہ اجلاسوں میں، ربیع الاول شریف کے مہینے میں بارہ روزہ اجلاس اور گیارہویں شریف کے موقع پر گیارہ روزہ اجلاس کا اہتمام آپ ہی کی زیر نگرانی وصدارت میں منعقد ہوتے ہیں، ان اجلاسوں میں آپ بنفس نفیس موجود ہوتے ہیں اور آپ کی اصلاحی خطابت بھی ہوتی ہے۔

حج وعمرہ:

آپ نے دو مرتبہ عمرہ کیا، ایک مرتبہ 2013ء میں اور دوسری مرتبہ 2019ء کو عمرہ کی دولت سے مالا ل ہوئے ، ان کے علاوہ 2022ء کو بغداد شریف کا سفر کیا، اور روضہ اقدس حضور شیخ العلمین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ النورانی کی زیارت فرمائی۔

اثمار حیات:

آپ کی شادی غالباً سن 2000ء میں بستی بہرا کھور کے باشندہ جناب آفتاب الدین صاحب کی سب سے چھوٹی صاحب زادی پروین سے ہوئی، اثمار حیات میں دولڑکے اور دولڑکی یادگار ہیں، بڑے لڑکے کا نام محمد غلام دستگیر ہے، جو حافظ قرآن ہے۔ پھر اس کے بعد بیٹی ہوئی، یوحانیذ نسعین نام عالمہ فاضلہ ہے۔ بعدہ غلام مستنیر "زیر تعلیم M.B.B.S، ہے۔ سب سے چھوٹی صاحبزادی کا نام ام الخیر فاطمہ "ہے اور زیر تعلیم ہے۔

تلامذہ:

آپ جب نظام آباد کی سرزمین پر 1999ء میں تشریف لائے ، اس زمانے میں مقامی علما وحفاظ انگلیوں میں گنے جاتے تھے، اور نہ ہی مدارس وجامعات کی اس طرح کثرت تھی، بیرونی علما وائمہ یہاں دینی خدمات انجام دیتے تھے، اگرچہ آج بھی دے رہے ہیں، مگر آج بحمدہ تعالی مقامی علما وحفاظ کی کمی نہیں ہے اور نہ ہی سنی مدارس اسلامیہ کی، یہ جو ضلع نظام آباد میں

علما وحفاظ کی کثرت ہے، اس کے تین حصہ سے زیادہ علما وحفاظ آپ ہی کے پروردہ و پرداختہ اور فیض یافتہ ہیں۔ جس کی ایک نامکمل فہرست کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

نوٹ: اللہ تعالی سے دعا ہے کہ حضرت کا سایہ ہم غربائے اہل سنت پر دراز فرمائے، اور حضرت کو عمر خضر عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلیہ وسلم۔



باب سوم:

وہابیوں کی سرکوبی میں کردار:

تلنگانہ میں وہابیت کا پس منظر

سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات، 1824ء تک ہندوستان جنت نشان میں صرف دو ہی فرقے تھے، اہل سنت اور اہل تشیع، آپ کی وفات کے بعد تیسرا فرقہ نجد عرب سے ''وہابی مذہب'' کو انگریزوں نے لایا اور انہیں کی گورنمٹ کے زیر سایہ پرورش پائی، پھلا پھولا اور قدم جمایا، پروفیسر محمد ایوب قادری مقدمہ حیات سید احمد ص26 پر لکھتے ہیں۔

> تقسیم ہند تک مسلمانان ہند کا اس بات پر اتفاق رہا ہے کہ فرقہ وہابیہ انگریز کا کاشت کردہ پودا ہے، جس کی آبیاری اس نے نہایت ہوشیاری سے کی اور اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا، یہ نظریہ کسی بدگمانی پر مبنی نہیں تھا بلکہ اس بات کی بنیاد وہ حقائق ہیں جن کو خود وہابی حضرات نے بیان کیا۔ انہوں نے انگریز حکومت کو درخواست دے کر اپنے لئے ''وہابی'' کی بجائے ''اہل حدیث'' کا نام منظور کرایا۔ [بحوالہ مقدمہ امتیاز حق ص5]

چنانچہ وہابی مورخین کے نزدیک بھی یہ بات طے شدہ ہے کہ ہندوستان میں وہابی مذہب کی داغ بیل سید احمد بن عرفان علی رائے بریلوی کے ہاتھوں پڑی تھی، جیسا کہ قاضی قطر ابن آل حجر بوطامی نے لکھا ہے۔

> سید احمد ہندوستان کے رؤسا میں سے تھے، انہیں نے 1816ء میں حج کیا اور مکہ میں جب وہ وہابیوں سے ملے تو ان کے صحیح عقائد کو قبول کر لیا اور اس مذہب کے داعیوں میں شامل ہو گئے۔ [محمد بن عبدالوہاب ص127]

مورخ ہند جناب فاروق ارگلی صاحب لکھتے ہیں۔

> ۱۸ ویں صدی کے عرب مذہبی رہنما ابن عبدالوہاب کی وہابی تحریک کو رائے بریلی کے سید احمد شہید کی حمایت حاصل ہوگئی۔ [داستان 1857ء ص6]

لہذا معلوم ہوا کہ سید احمد ہندوستانی وہابیوں کے باوا آدم ہیں، ان کے مشن ''وہابیت'' پر سب سے پہلے مولوی عبدالحی بڈھانوی صاحب ایمان لائے تھے، جیسا کہ شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے۔

> مولوی عبدالحئی صاحب سید صاحب: کے مشن پر اس وقت ایمان لائے، جب سید صاحب کی خوبیاں ابھی بے نقاب نہ ہوئی تھیں۔ [موج کوثر ص37]

اور دوسرے نمبر پر ذرۂ ناچیز سے کمتر اور چمار سے بھی زیادہ ذلیل یعنی مولوی اسمٰعیل دہلوی مشرف بہ وہابیت ہوئے، غیر مقلد مولوی امام خاں نوشہروی نے لکھا ہے۔

> سیدنا محمد اسمٰعیل سے [مولوی عبدالحئی کا] باہم محبت و یکرنگی اس قسم کی تھی کہ دونوں ساتھ ساتھ پڑھے، ایک ہی امام کے ربقہ بعیت سے مشرف ہوئے
> [تراجم علمائے اہل حدیث ص126]

لیکن یہاں پر یہ بات مذاق سخن سے خالی نہیں ہے کہ سید صاحب جیسے بے علم اور غبی الذہن ازلی احمق علم و معلوم سے بے بہرہ شخص کے اندر باوا بننے کی وہ طاقت پرواز ہی نہیں تھی، بلکہ اس کے گرو [استاذ] ہی وہابیوں کے باوا آدم ہو سکتے ہیں۔

کیوں کہ کسی بھی مذہب کی ترجمانی وہی کر سکتا ہے جو پڑھا لکھا ہو، اور سید احمد صاحب کی علمی لیاقت کسی قابل نہ تھی، تین چار سال مکتب میں گزارنے کے باوجود مفردات کے علاوہ کچھ نہ آیا، صورت و سیرت اور ذہانت و فطانت سے ازلی احمق لگ رہے تھے، اس لئے پرلے درجے کا بے وقوف مشہور ہو گیا تھا، اور یہ سب باتیں میں نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ تذکرہ و سیرت کی تمام کتابوں میں ان کی جہالت وسفاہت کے قصے عام ہے، سید صاحب بذات خود کچھ نہیں تھے، لیکن اسے رائے کا پہاڑ بنا کر پیش کیا گیا، چونکہ وہ ایک جاہل اور مخبوط الحواس شخص تھا، وہ صرف ایک مہرہ ہی کے طور پر استعمال کئے جا سکتے تھے اور واقعی میں ایسا ہی ہوا تھا، جماعت کے سب کرتا دھرتا تو مولوی اسماعیل صاحب تھے، کھیل یہ کھیلا کہ سید صاحب جیسے ناکارہ شاگرد کو دونوں مولوی صاحبان نے اپنا پیر و مرشد بنایا، آج تک مشہور ہے کہ سید صاحب دونوں عالموں کے صرف مرید و جاں نثار ہی تھے، لیکن یہ حقیقت بھی آج واشگاف ہو جائے کہ سید صاحب ان دونوں مریدوں کے ناکارہ و ناکامیاب شاگرد رہ چکے تھے، دہلی کی مسجد اکبرآبادی میں کچھ عرصہ تعلیم حاصل کی تھی، جیسا کہ وحید احمد مسعود مقالات سرسید'' جلد 16 کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

> بعد میں شاہ عبدالعزیز نے ان پر توجہ فرمائی، اس زمانہ میں شاہ اسمٰعیل بھی مدرسہ میں درس دیا کرتے تھے، لہذا کچھ دن سید صاحب نے شاہ اسمٰعیل سے بھی تعلیم پائی تھی۔ [بحوالہ سید احمد کی صحیح تصویر: ص23]

حیرت دامن گیر ہے کہ اپنے ہی نا کارہ شاگرد کے عظیم مرید بن گئے، جو کہ بے وجہ نہیں ہوسکتی تھی، اس میں کہیں نہ کہیں سازش کی بو آرہی ہے، اس کی پردہ چاکی کا موقع نہیں ہے، مگر بتانا یہ ہے کہ اس سازش یا وہابی مشن کا بھار سید احمد کے کندھے کی بجائے مولوی اسماعیل کے مضبوط کندھے پر تھا، وہی ہندوستان میں ''ابوالوہابیہ'' ہے۔

وہابی عقیدہ کی ایک جھلک:

لہذا یہ بات صاف ہوگئی کہ ہندوستان میں وہابیت کا آغاز سید احمد رائے بریلوی سے نہیں بلکہ مولوی اسمعیل دہلوی اور مولوی عبدالحئی نے کیا تھا، یہی دونوں وہابیان ہند کے ابولوہابیہ ہیں، البتہ اس تحریک کی عسکری قوت کا ملجا سید احمد ہی تھا، جو کہ دونوں مولوی صاحبان کے ہاتھوں کٹھ پتلی تھا، انہیں کی تحریک کو وہبیان ہند اسلام کی پہلی تحریک قرار دیتے ہیں، جیسا کہ غیر مقلد مولوی مسعود احمد ندوی اسی موضوع پر ایک کتاب بنام ''ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک'' لکھ دی، ندوی صاحب نے سید احمد کی تحریک اور نجد کی وہابی تحریک کے مشترکات کو اتفاقیہ بتانے پر تلے ہوئے ہیں، جیسا کہ اسی کتاب سے ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے، لکھتے ہیں۔

> حضرت سید شہید کی تحریک تجدید وجہاد یا ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک عام طور پر وہابی تحریک کے نام سے یاد کی جاتی ہے، اور اپنوں اور غیروں تمام حلقوں میں یہ کوشش کی جاتی رہی ہے کہ نجد کی دعوت توحید واصلاح سے اس کا ڈانڈا ملا دیا جائے، ہر چند کہ دونوں تحریکوں کا سرچشمہ ایک ہے اور رجانات بھی ملتے جلتے ہیں۔[ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص6]

حالانکہ سید احمد یا مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی تحریک ابن عبدالوہاب نجدی کی تقلید میں برپا کیا تھا، جس کے تاریخی شواہد موجود ہے، اسی لئے نجد سے لے کر ہند تک تمام وہابیہ کے عقائد مشترک ہیں، سردست اس کا صرف ایک نمونہ پیش کئے دیتے ہیں، ابھی اوپر آپ نے ایک کتاب کا نام پڑھا ''ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک'' یہ صرف ایک کتاب کا نام نہیں ہے، بلکہ اس نام کے پس پشت ان کا مسلمہ عقیدہ کارفرما ہے، جسے تسلیم کرنے کی صورت میں ہندوستان کی سرزمین میں بسے چودہ سو برس تک کے تمام مسلمانوں کے اسلام وایمان کا جنازہ اٹھایا گیا ہے، یہ خیال صرف ایک ندوی کا نہیں ہے بلکہ نجد سے لیکر ہند تک کے تمام وہابیوں کا ہے، پہلے ہندوستانی وہابیہ کا عقیدہ دیکھئے، مولوی اسماعیل دہلوی کے بارے میں غیر مقلد عالم اسماعیل رافعی لکھتے ہیں۔

> حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہم اللہ نے ملک کی تاریخ میں پہلی بار اسلام کو اس کے حقیقی شکل میں عام کرنے کی تحریک چلائی۔
> [مجلہ صوت الحق دسمبر 2003ء ص:8]

مولوی اسماعیل دہلوی نے ہندوستان کی تاریخ میں پہلی بار اسلام کو اس کے حقیقی شکل میں پیش کیا، تو کیا اس کا سیدھا سادہ منطقی نتیجہ یہ نہیں ہے کہ مولوی اسماعیل سے پہلے چودہ سو برس تک آباد مسلمان حقیقی مسلمان نہ تھے، [معاذ اللہ] مشرک تھے، صحابہ کرام تابعین عظام اولیا وصالحین نے چودہ سو برس تک کی طویل مدت میں ہندوستان میں اسلام کو سینچتے رہے، مگر کبھی وہ حقیقی اسلام کی روشنی سے بت کدہ ہند کو معمور نہ کرسکا، وہ برائے نام مسلمان بھی نہ تھے۔

یہ عقیدہ ان کا ایجاد کردہ نہیں ہے بلکہ سعودی لابی سے مستعار ہے، وہابیوں کی نظر میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کے ایک سو برس بعد عالم اسلام میں بالخصوص حجاز مقدس کے مسلمان کفر وشرک میں مبتلا ہوگئے تھے، جیسا کہ مدینہ یونیورسٹی کے پروفیسر محمد شریف وہابی نے اپنی کتاب ''رمزالجہاد سیرۃ آل سعود والشیخ محمد بن عبدالوہاب،، [ص14] میں لکھتا ہے۔

> ابھی ایک صدی بھی گزرنے نہیں پائی تھی کہ نور اسلام میں کمی محسوس ہونے لگی، کفر وشرک کے بجھے ہوئے کوئلے پھر آہستہ آہستہ سلگنے لگے، شر وفساد کا دھواں چاروں طرف پھیلنا شروع ہوا، اسلام کے فرزند ہی اسلام کو مٹانے میں مصروف ہوگئے، بس پھر کیا تھا ہر نیا دن جو طلوع ہوتا تھا وہ اسلام کے لئے ایک موت کا پیغام لاتا تھا۔ (اور چند سطور بعد خاص حجاز مقدس کے تئیں رقمطراز ہیں) خود عرب کی حالت اور خصوصاً سرزمین حجاز جہاں سے توحید وسنت کی نہریں پھوٹی تھیں کفر وشرک کا مرکز بن چکا تھا۔[ص12]

مذکورہ اقتباس میں بات کسی قدر ڈھکی چھپی ہے، اب واضح طور پر اس عقیدہ کو ملاحظہ فرمائے، یہی پروفیسر لکھتے ہیں۔

> ان پاکیزہ روحوں سے میرا مقصود شیخ محمد بن عبدالوہاب اور آل سعود ہیں جنہوں نے نجد وحجاز کی حکومت پر قابو پاکر عین کتاب وسنت پر اس کی بنیاد رکھی، اوران حالات میں جبکہ ساری دنیا اسلام سے منحرف ہوچکی تھی۔

اس اقتباسات سے آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ یہ وہابیت دنیا بھر کے تمام مسلمان

خصوصاً حجاز مقدس کے مسلمانوں کو بھی بیک قلم کافر ومشرک قرار دیا، یہ صرف اپنے زمانے کے مسلمانوں کو ہی نہیں بلکہ جو تیرہ سو برس کی مدت میں گزر چکے ان کو بھی اسی قطار میں شمار کرتا ہے۔

نجد عرب کے وہابیوں نے عرب کی سرزمین میں بسے مسلمانوں کو کافر ومشرک کہا، اور انہیں کی تقلید میں ہندوستان کے وہابیوں نے ہندوستان میں بسے چودہ سو سال کے مسلمانوں کو کافر ومشرک قرار دیا، ان کا یہ عقیدہ اتفاقیہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔

حالانکہ رسول اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا فرمان عالی شان ہے کہ دنیا میں ایک فرقہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا، نقصان پہنچانے والے اسے نقصان نہیں پہنچا پائیں گے۔ اس حدیث شریف کو وہابیوں کے پیشوا ناصر البانی نے بھی اپنی کتاب ''سلسلہ احادیث صحیحہ'' میں لکھا ہے، ملاحظہ کیجئے۔

(لا تزال من امتی عصابة قوامة علی امر الله عز وجل، لا یضرها من خالفها، تقاتل اعداء ها، کلما ذهب حرب نشب حرب قوم آخرین، یزیغ الله قلوب قوم لیرزقهم منه، حتی تاتیهم الساعة، کانها قطع اللیل المظلم، فیفزعون لذلک، حتی یلبسوا له ابدان الدروع، وقال رسول الله - صلی الله علیه وسلم -: هم اهل الشام، ونکت رسول الله - صلی الله علیه وسلم - باصبعه، یومیء بها الی الشام حتی اوجعها). حدیث نمبر: 3487

عمیر بن اسود اور کثیر بن مرہ حضرمی کہتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن سمط کہتے تھے کہ مسلمان زمین میں قیامت برپا ہونے تک موجود رہیں گے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کی ایک جماعت اللہ کے حکم پر قائم دائم رہے گی، اس کا مخالف اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا، وہ اپنے دشمنوں سے جہاد کرتی رہے گی، جب کبھی ایک لڑائی ختم ہوگی تو دوسری جنگ چھڑ جائے گی، اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کو راہ راست سے ہٹاتا رہے گا تاکہ ان کو [مال غنیمت کے ذریعہ] رزق دیتا رہے، حتیٰ کہ قیامت آجائے گی، گویا کہ وہ اندھیری رات کے ٹکڑے ہوں گے، اس وجہ سے وہ گھبرا جائیں گے، حتیٰ کہ وہ چھوٹی چھوٹی زرہیں

پہنیں گے۔'' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ اہل شام ہیں۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنی انگلی کے ذریعے زمین کو کریدا (یعنی شام کی طرف خط کھینچا) حتیٰ کہ آپ کو تکلیف بھی ہوئی۔

یعنی کہیں بھی اگر مسلمان نہ ہو تو ملک شام میں ایک جماعت حق باقی رہے گی۔ مگر انہیں بھی آتش غضب سے وہابیوں نے نار دوزخ کا ایندھن بنا دیا ہے، اس بات کا ثبوت وہابی نما دیوبندی عالم منظور سنبھلی نے قاضی شکانی کے حوالے سے لکھا ہے۔

ہمارے یمن کے حاجیوں کے قافلہ کے امیر الحجاج السید محمد بن حسین المراجلی نے خود مجھ سے [علامہ شوکانی سے] بیان کیا کہ ہمارے قافلہ کو نجدی جماعت کی ایک ٹولی ملی تو اس نے مجھے اور میرے ساتھ والے یمن کے سارے حاجیوں کو ''کفار'' کہہ کے خطاب کیا۔ **[ان جماعةً منهم خاطبوه هو ومن معه فی حجاج الیمن بانهم کفار]**۔

[البدر الطالع جلد 3 ص:5 / بحوالہ شیخ محمد بن عبد الوہاب اور ہندوستان کے علمائے حق ص 123]

دیکھا آپ نے، یہ وہابیہ اپنے علاوہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو کافر ومشرک قرار دیتے ہیں، اور ان کا یہ عقیدہ نجد سے لے کر ہندوستان تک تمام وہابیوں کا ہے۔

وہابیت فرقہ بندیوں کا سرچشمہ:

مسلمانان ہند ساڑھے تیرہ سو برس تک صرف تقلید کی برکت سے ایک ہی دھاگے میں مربوط اور لڑی میں پروئے رہے، انیسویں صدی میں نجد عرب کی وہابیت کیا آئی، اپنے ساتھ آزاد خیالی اور قید مذہب سے رہائی اور فرقہ بندیوں کا داعیہ ساتھ لائی، مسلمانان ہند دیکھتے ہی دیکھتے درجنوں فرقوں میں بٹ گئے، وہابیت کی مضرتوں پر تحقیقی بلکہ تجرباتی ومشاہداتی تحریر ملاحظہ کیجئے، وہابیوں کے امام الہند مولانا ابو الکلام آزاد نے لکھا ہے۔

عقائد وفکر کی توسیع کے لئے پہلی چیز یہ ہے کہ تقلید کی بندش سے پاؤں آزاد ہوں، وہابیت اس زنجیر کو توڑتی ہے، اب اگر اس کے بعد آزادی فکر، بے قیدی ومطلق العنانی کی صورت اختیار کر لے تو بلاشبہ یہ نہایت مضر صورتیں بھی اختیار کر سکتی ہے۔ [آزادی کی کہانی خود آزاد کی زبانی، ص:240]

ظاہر سی بات ہے، عقائد وافکار کو وسعت دینے کی ضرورت اسی وقت درپیش ہوتی ہے، جب ایک نئے دین ومذہب کو تشکیل دیا جائے، اور اقتباس مذکور سے واضح اور روشن ہے کہ آزاد صاحب وہابیت کو ایک جدید دین و مذہب، اور ایک نئی فکر ونظام سمجھتے تھے، اس لئے اس فرقہ کے علماء کو عقائد وافکار کے توسیع کی ضرورت پڑی۔ اور اسی ضرورت کو پوری کرتے کرتے خیالات میں مطلق العنانی کا داعیہ پیدا ہو گیا، اور اسی داعیہ سے مغلوب ہو کر جس نے چاہا ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنالی اور اپنی اپنی امامت کا دعویٰ ٹھوک دیا، جو بعد میں چل کر خود ایک مستقل مذاہب وفرقوں کے روپ میں متعارف ہوئے، وہابی مذہب کی پیدائش اگرچہ نجد عرب میں ہوئی مگر اسے صاحب اولاد ہونے کا موقع ہندوستان میں ملا۔ جس مذہب پروری کی بنیاد مولوی اسمعیل دہلوی نے اپنی کتاب ''تقویۃ الایمان'' کے ذریعہ ڈال گئے تھے، وہ آگ آج تک شعلہ زن ہیں، اس کتاب کی فتنہ انگیزی وفساد پروری پر اہل دل سوائے افسوس کے کچھ نہیں کر سکے، اسی طرح دیوبندی عالم احمد رضا بجنوری بھی افسوس کا اظہار کیا ہے، ملاحظہ کیجئے۔

افسوس ہے کہ اس کتاب [تقویۃ الایمان] کی وجہ سے مسلمانان ہندوپاک جن کی تعداد بیس کروڑ سے زیادہ ہے اور تقریباً نوے فیصدی حنفی المسلک ہیں دوگروہ میں بٹ گئے، ایسے اختلافات کی نظیر دنیائے اسلام کے کسی خطہ میں بھی ایک امام اور ایک مسلک کے ماننے والوں میں موجود نہیں۔ [انوار الباری جلد 11 ص 392]

کتاب تقویۃ الایمان کے ذریعہ مسلمانان ہند صرف دو ہی فرقوں میں نہیں بٹے بلکہ وہابیوں کی فکری آوارگی اور ذہنی درماندگی، خودسری اور مطلق العنانی کے نتیجہ میں نصف درجن سے زائد فرقے وجود پذیر ہوئے، جیسا کہ دیوبندی مولوی محمد سعید الرحمن پاکستانی نے لکھا ہے۔

دعویٰ تو اہل حدیث ہونے کا ہے، لیکن حالت یہ ہے کہ نیچریت، انکار حدیث، قادیانیت سمیت اکثر وبیشتر فرقوں کے بانی غیر مقلدیت کے بطن سے پیدا ہوئے۔ [تقدیم اہل حدیث اور انگریز ص:6]

دیوبندیت بھی اسی غیر مقلدیت ہی کے پیداوار ہیں، لیکن مولوی صاحب نے نام لئے بغیر ''اکثر وبیشتر'' کہہ کر اپنا دامن چھڑا لیا، خیر دیوبندیت کی اصلیت غیر مقلد مولوی احسان الٰہی ظہیر سے معلوم کیجئے، لکھتے ہیں۔

وہ جماعت (غیر مقلدین) جس کی کاوش وکوشش سے موجودہ دیوبندیت مکتب فکر کی تکوین (پیدائش) کا باعث بنی اور جس نے ہندوپاک کے احناف کے مسلک ومذہب (دیوبندیت ومودودیت) کو جلا بخشی اور اس میں نکھار پیدا کیا، آنے والا مؤرخ اس بات کی گواہی دے گا کہ اگر متحدہ ہندوستان میں اہل حدیث نہ ہوتے تو یہاں حنفیت بریلویت کے حدود سے باہر نہ نکل سکتی، اس لحاظ سے دیوبندیت رہین منت ہے اہل حدیث کی۔ [اہل حدیث پر احباب دیوبند کی کرم فرمائیاں ص 84]

اور شاعر مشرق ڈاکٹر علامہ اقبال لاہوری فرماتے ہیں۔

قادیان ،،اور،، دیوبند،، اگرچہ ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن دونوں کا سرچشمہ ایک ہے اور دونوں اس تحریک کے پیداوار ہیں جسے عرف عام میں وہابیت کہا جاتا ہے۔ [اقبال کے حضور از سید نذیر نیازی ص 267]

غیر مقلد مولوی مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں۔

سید صاحب کے ماننے والے اور ان کے مسلک کے مطابق جہاد واصلاح کا ولولہ رکھنے والے اہل حدیث طبقہ میں محدود نہیں، اہل دیوبند جو پکے حنفی ہیں، کا ایک اچھا خاصہ طبقہ سید شہید کے مسلک پر چلنا اپنے لئے سرمایہ سعادت سمجھتا ہے، اہل دیوبند اور جماعت اہل حدیث کے علاوہ بھی سمجھ دار مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد (نیچریت، قادیانیت، مودودیت بھی) سید صاحب اور مولانا اسماعیل شہید کے مشرب ومسلک کو عین اسلام تصور کرتی ہے، یہ تمام طبقے عرف عام کے مطابق ''وہابی'' فہرست میں آتے ہیں۔ [ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص:21]

خواجہ حسن نظامی لکھتے ہیں۔

ہندوستان میں بھی جس قدر دینی تحریکیں شروع ہوئیں، ان کی شروعات وہابیت سے ہوئی، چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پہلے وہابی ہوئے، اس کے بعد مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا، اور ان کے قبول کرنے والے بھی عموماً وہی مسلمان تھے جو وہابی تھے، یا جن کا میلان وہابیت کی

طرف تھا۔ ایسے ہی اہل قرآن کا فرقہ بھی وہابیوں سے نکلا، جس کے بانی پہلے وہابی تھے، پھر ایک نئے فرقہ کے موجد ہوئے۔ [نادان وہابی ص 4]

خواجہ حسن نظامی صاحب آگے لکھتے ہیں۔

> ہندوستان کے اہل حدیث تو وہابیت کے کوٹھے پر چڑھے ہوئے ہیں، مگر کچھ وہابی ایسے بھی ہیں جو ابھی وہابیت کے زینے تک پہنچے ہیں، اور تقلید کے قائل ہیں، اور ان میں سے بعض چشتیہ خاندان میں پیری مریدی بھی کرتے ہیں، ان کو عرف عام میں دیوبندی کہا جاتا ہے، اور اب ان دیوبندی وہابیوں کے غیر مقلد بننے یا بام عروج تک پہنچنے کا کوئی قرینہ نظر نہیں آتا، کیونکہ اس جماعت نے اپنی ایک مستقل صورت اختیار کر لی ہے۔ [نادان وہابی:ص5]

یہ ہے دیوبندیوں کا خود ان کے اپنے گھر سے وہابی ہونے کا ثبوت، مگر ان کی حالت کبھی بہتر نہیں رہی، کبھی وہابیت کا اقرار کرتے اور کبھی انکار میں بھی تامل نہیں کرتے۔

یہ تھی تمام وہبیائی فرقوں کے پیدائش کی جنم کنڈلی، غیر مقلدیت کے بطن سے دیوبندیت، نیچریت، منکر حدیث، قادیانیت، ندویت، مودودیت، تبلیغیت، سب کے سب وہابی فرقہ کے بطن سے پیدا ہوئے اور سب کے سب وہابیت کے زمرے میں آتے ہیں۔ یہ بھی بتاتے چلیں کہ حسب مذکور ان تمام فرقوں کے عقائد و مقاصد میں کوئی اختلاف نہیں ہے، البتہ نظریات میں اختلاف ہیں، جن کی بنا پر بھی کوئی کسی فرقہ کو نہیں بخشا اور آپس ہی میں تکفیر و تفسیق کا بازار گرم کئے ہوئے ہیں۔

تلنگانہ میں وہابیت کا پہلا قدم:

وہابیت اور انگریز کے درمیان جو رشتہ ہے، اسے آپ گزشتہ اوراق میں معلوم کر چکے ہیں، کہ ''وہابی مذہب'' انگریزی نوآبادیاتی تحریک کے بطن سے پیدا ہونے والے فرقہ کا نام ہے، جس کی سرپرستی، امداد و اعانت، پرورش و پرداخت کی تمام تر ذمہ داری انگریز نے اس کی پیدائش سے پیشتر ہی لے لی تھی، نجد سے لیکر ہند تک اس کی آبیاری و رقم پاشی کر کے اسے فروغ بخشا، ہندوستان میں وہابیت کے اولیں سربراہ و موئدین میں بالخصوص تین افراد کے نام شمار کئے جاتے ہیں، سید احمد، مولوی اسمعیل، مولوی عبدالحئی، یہ وہ اشخاص ہیں، جنھوں نے زمام وہابیت

سنبھالنے سے پیشتر براہ راست یا بالواسطہ انگریزی ملازمت پر معمور اور منظور نظر رہ چکے تھے، بعد میں ان کے نام سے تن پرور مفت خوروں کی ایک جماعت انگریزوں سے وہابیت کی شاعت کے لئے بقاعدہ مشاہرہ و تنخواہیں پاتی تھی، اس بات سے اندازہ کیجئے کہ جب ان کے چیلے چپیٹوں کو فکر معاش سے رستگاری مل گئی تھی، تو ان کے گروؤں کا اثر و نفوذ انگریزوں کے یہاں کیا رہا ہوگا۔ یہ میں الزام عائد نہیں کر رہا، بلکہ حقیقت ہے، کسی بھی شخص کو سید صاحب کے نام سے اشاعت وہابیت کی ملازمت مل جاتی تھی، جیسا کہ حضرت علامہ مفتی سید عبدالفتاح الحسینی القادری المدعو سید اشرف علی گلشن آبادی رحمۃ اللہ علیہ [ناسک مہاراشٹر] نے اسی جماعت کے ایک مولوی کا خط نقل فرمایا ہے۔

> ایک معتبر عالم دیندار ساکن اکبر آباد فرماتے ہیں کہ جب میں دہلی سے کچھ علم عربی تحصیل کر کے کلکتے میں گیا اور وہاں بھی کچھ حدیث و تفسیر کا فائدہ علمائے دیندار سے حاصل کیا، تب ایک انگریز پادری صاحب نے جو بہت عربی اور فارسی میں قابل ہیں اور بہت سے لکھنوی وغیرہ مولوی ان کے نوکر ہیں، مجھے بلایا اور پچاس روپیہ میرا ماہوار مقرر کر کے ایک مہینہ پیشگی دیا اور ایسا کہا کہ جس شہر میں تمہاری طبیعت چاہے جا رہو اور ہندی ترجمہ حدیث و تفسیر کا لوگوں کو پڑھایا کرو اور مذہب محدثوں کا حق ہے اور میں اسی کا تابعدار ہوں ایسا مشہور کرو، مگر ہرگز علم نحو صرف فقہ اور عقائد کلام وغیرہ مت پڑھائیو اور یہ ماہوار تمکو ہمیشہ ملا کرے گا اور تمہاری نیک خدمتی اور محنت کے موافق زیادہ ماہوار بھی ہو جائے گا اور چند قاعدے اس کے کل فلانے مولوی کے ہاتھ سے ہم تم کو بھیج دیں گے، تب دوسرے روز وہ مولوی میرے گھر آئے اور کہے کہ تم بھی ہمارے پادری صاحب کے نوکر ہوئے الحمدللہ بہت اچھا ہوا، قریب چالیس اچھے نامدار مولوی اطراف ہندوستان عربستان وغیرہ میں ان کے مخفی نوکر ہیں اور کئی عربستان میں بھی پہنچے ہیں اور دس پندرہ روپئے سے پچاس روپئے تک ہر ایک کی تنخواہ معین ہے، جہاں رہیں ماہ بماہ ان کو ملتی ہے اور بڑا قاعدہ یہ ہے کہ ہمیشہ نئی باتیں اور ضعیف حدیثیں اور روایتیں لوگوں میں ظاہر کرنا اور شاگردوں کو سکھانا

> کہ چار مذہبوں سے وہ پھیریں اور مسلمانوں کا اجماع اور اتفاق دینی بالکل ٹوٹ جاوے اور انبیا اور اولیا سے بداعتقاد ہو جاویں اور ان کی نیاز فاتحہ چھوڑ دیویں، میں نے کہا استغفر اللہ ایسا شیطانی کام مجھ سے نہ ہوگا ،اس مولوی نے کہا کہ بیس برس سے پادری صاحب یہاں آئے ہیں، میں تب سے ان کا نوکر ہوں، ہزاروں روپئے دیکر ترجمے کی کتابیں چھپوائے اوران کے طفیل سے بہت بے علم مولوی قابل بن گئے، یہ تو اپنے دل سے مسلمان محمدی ہیں اور بدعتی (اہل سنت) لوگوں کے بڑے دشمن ہیں تفسیر وحدیث کا علم میں نے ان کو پڑھایا ہے، تم بے فکر یہ پچاس روپیہ کا ماہوار قبول کرلو اور تمہارے وطن میں خواہ کوئی اور شہر میں جار ہو ساری عمر فراغت سے گزارو، مگر کتنے آدمی تمہاری طرف پھرے اور مرید وشاگرد بنے اس کا رپورٹ ہر برس لکھ بھیجا کرو، اچھے اچھے نامی مولوی پادری صاحب کا ماہوار کھاتے ہیں اور اکثر ہندوستان عربستان کے نامی شہروں میں موجود ہیں اور یہ ان کے اسامی کی فہرست ہے، میں نے دیکھا تو اچھے اچھے نامور خاندانی خود کو سید احمد صاحب کا جھوٹا خلیفہ مشہور کر کے مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں اور مرید وشاگرد بناتے ہیں، مگر بیشتر لکھنوی بنگالی بنارسی وغیرہ رافضی اور خارجی لوگ ماہوار کی طمع سے نائب دجال کا پیشہ اختیار کئے ہیں۔[تحفہ محمدیہ ص32 تا34]

پوری کہانی نقل کردی اس سے قارئین باتمکین دیوبندی اور نام نہاد اہل حدیث غیر مقلدین کے جذبہ وشوق مذہبی کی حقیقت آشکارا ہوا، کہ فکر معاش سے پریشاں حال فاقہ کشی نے انہیں کیا سے کیا کرنے پر مجبور کیا تھا، کل انہوں نے جو بیج انگریز کے مرہون منت وزیر سایہ ہوکر بقاے حیات کو خوشحال کیا تھا، آج ان کی نسلیں جرائم پر جرائم کرتی جارہی ہیں، اپنے اباء کی جھوٹی شانیں بحال رکھنے کے لئے تاریخ کو مسخ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

انگریزوں سے پیسے وصول کرنے اور ڈگر ڈگر گھوم پھیر کر مفت کی روٹی توڑنے کی عادت بگڑ گئی اور طمع ولالچ میں اس قدر اضافہ ہوا کہ اپنے پیر ومرشد سید احمد کی موت کو دولت کمانے کا ذریعہ بنالیا۔

> یہ لوگ اتنی بھی فتنہ انگیزی پر بس نہ کر کے دوسرے مکر کا دام پھیلایا اور نفسانی طمع کے واسطے ایک نئی ڈھب سے مریدوں اور معتقدوں سے کہنے لگے کہ سید احمد شہید نہیں ہوئے بلکہ فلانے پہاڑ میں ایک غار کے اندر چھپ کر بیٹھے ہیں اور اپنے لشکر کی درستی کرنے میں مشغول ہیں مگر پیسہ نہیں اس لئے ناچار ہیں اب ہر ایک مرید اور معتقد مسلمان کو لازم ہے کہ حضرت کی مددگاری اپنے مال وجان سے کرے بلکہ زرومال سے مدد کرنے کا ثواب زیادہ ہے تب اکثر مسلمان پاک اعتقاد والے کیا مرد اور کیا عورت اپنا زیور اسباب گھر دار بیچ کر ان مولوی لوگوں کو روپیہ دینا شروع کیا کوئی شہر باقی نہیں رہا جو ان کی غارت گری اور لوٹ سے بچا ہو چنانچہ حیدرآباد دکن وغیرہ کئی شہر جو سرکار کمپنی بہادر کے علاقے میں نہیں تھے، وہاں سے بھی ان لوگوں نے ایسا فریب کر کے خوب روپیہ جمع کیا اور اس بہانے سے مدت تک حرام کا مال کھاتے اور اپنا کیسہ طمع بھرتے رہے۔
>
> [تحفہ محمدیہ ص30/31]

تقریباً 1832ء کا زمانہ تھا، جب تلنگانہ میں وہابی لوگ داخل ہوئے تھے، اور جہاد کے نام پر عوام سے لیکر بادشاہ تک کون بچا، جنہیں ان وہابیوں نے نہ ٹھگا، لیکن جب تک مال وزر پر ہاتھ صاف کرتے رہے، کسی نے ان سے تعرض نہ کیا، مگر جب مذہبی فتنہ انگیزی پر اترے، اور وہابیت کی اشاعت کے لئے پر پھیلایا بادشاہ اور عوام نے ان کا پر کتر دیا، پھر تو جان بچا کر بھاگنے میں عافیت ملی، صاحب تحفہ محمدیہ فرماتے ہیں۔

> اسی طرح حیدرآباد دکن میں اس فرقے والوں نے بڑا فساد کیا آخر مولوی سلیم جوان کا سرگروہ تھا قید میں ڈالا گیا اور دوسرے سب وہابی وہاں سے بھاگ گئے۔[تحفہ محمدیہ ص:49 مطبوعہ ممبئی 1849ء]

اس کے بعد وہابی علماء مختلف نام اور پلیٹ فارم میں تقسیم ہوگئے، کوئی دیوبندی کہلایا، کوئی اہل حدیث، کوئی تبلیغی ہوا کوئی مودودی کہلایا، کوئی نیچری ہوا اور کوئی قادیانی، کوئی منکر حدیث ہوا اور اہل قرآن کہلایا، اور حیدرآباد شہر میں آکر اہل سنت کی خوشبودار فضا کو اپنے گندے عقائد واعمال سے متعفن زدہ کردیا، نہ صرف حیدرآباد شہر بلکہ ہندوستان کے

دیگر صوبجات کی طرح ریاست تلنگانہ میں بھی اپنے اپنے وجود کے پنجے گاڑ دیئے۔

نظام آباد اور اطراف میں وہابیت:

شہر نظام آباد جو اسی تلنگانہ رئیل اسٹیٹ کا ایک ضلع ہے اس میں بھی وہابیوں نے دیوبندی تبلیغی، جماعت اسلامی اور اہل حدیث نام سے پنجہ گاڑا، اور نہ صرف عامۃ المسلمین کی خوش اعتقادی میں نقب لگایا، بلکہ انہیں مسلک اہل سنت اور علمائے اہل سنت سے بیزار و برگشتہ کرنے کی مہیم چلائی، اور آئے دن نت نئے فتنے برپا کئے، چھوٹے چھوٹے پمفلٹس لکھ لکھ کر عوام کے درمیان مفت تقسیم کرنا، اپنے گندے اور پھوہڑ عقیدوں کی اشاعت کی بجائے اہل سنت وجماعت کے فرعی مسائل بیان کر کے لوگوں کو ورغلانا، جیسا کہ ان فرقے والوں کا اس کے ابتدائے پیدائش سے کام چلا آرہا ہے، انگریزی عہد میں انگریزوں کی مرہون منت زندہ تھا، آج اسرائیل اور امریکہ کے کہنے پر سعود بنام یہود کی مرہون منت زندہ ہے، ورنہ یہ تحریکیں کب کی فنا کے گھاٹ اتر چکی ہوتیں۔

غیر مقلدین کی تردید میں کردار:

نظام آباد کی تاریخ میں یہ بات جلی حرفوں سے لکھی جائے گی کہ جامعہ کی تقریباً پینتیس 35/ سالہ حیات میں اور بھی بہت سے علماء کرام نے اپنی خدمات سرانجام دیں، مگر جامعہ کے لئے فال نیک بن کر حضرت شیخ العلما حضرت مولانا محمد غلام یاسین رضوی القادری مصباحی مدظلہ کی تشریف آوری ہوئی، اس وقت جامعہ کو کسی ایسے ہی باکرامت شخصیت کی ضرورت تھی، جو نظام آباد کی تاریخ اہل سنت میں تعلیمی انقلاب برپا کر سکے، اجرام فلکی نے دیکھا کہ آپ نے اپنی تمام تر توجہ درس وتدریس کی جانب جھونک دی تھی اور خداداد لیاقت سے جب آپ کی شہرت شبینہ والے حافظ صاحب کے نام سے ہوئی تو ایک روحانی غلغلہ پیدا ہوگیا، لوگوں کا رجحان دینی تعلیم کی جانب ہوا، دلوں میں اپنے عیال واطفال کو بھی حافظ وعالم بنانے کا جذبہ بیدار ہوا، جامعہ میں شب وروز طالبان علوم کی کثرت ہونے لگی، تعلیم وتعلم کو خوب فروغ ملا، حفاظ وقراء کی دستار بندیاں ہونے لگیں اور جب طلبا کا اضافہ ہوا تو جامعہ کی عمارت تنگ پڑ گئی، اس کو بھی توسیع دی گئی، علماء وحفاظ بکثرت پیدا ہوئے اور سنیت کی اشاعت وترویج بھی خوب ہوئیں۔

لہٰذا جہاں تک مواد کی دست یابی ہوئی، ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل سنت وجماعت کو ابھرتے اور بیدار ہوتے دیکھ کر وہابیوں کے دونوں گروپ غیر مقلدین اور دیوبندیوں

کی رگ شرارت پھڑک اٹھی تھی اور اختلاف وانتشار کی مسموم ہوا چلا کر عامۃ المسلمین کو اہل سنت سے برگشتہ کرنے شروع کر دیا، ابتدا جلسہ وجلوس میں زبانی جمع خرچ پر ہوا، پھر تقریر سے تحریراً تردید ورد کا تبادلہ ہوا، اور عرصہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

نظام آباد شہر میں غیر مقلدین کی آمد کب ہوئی، یہ تو نہیں معلوم مگر اہل علم کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ 2000ء سے قبل منتشر حالت میں ادھر ادھر بھٹک رہے تھے، شہر میں کہیں پر ان کی ایک بھی مسجد نہیں تھی، سن مذکور کے بعد مسجدوں کا قیام عمل میں آنے لگا، اس روایت کی تائید خود غیر مقلدین کی تحریر سے ہوتی ہے جو اسی زمانے کی ہے، یعنی جب غیر مقلدین نے شہر میں قدم رکھا تو اپنی نماز کی ادائیگی اہل سنت کی مساجد میں پڑھتے تھے، تو یقیناً اہل سنت بریلوی اور وہابی نما دیوبندیوں کی جانب سے بھی نفرت کے جذبات کا سامنا رہا ہوگا، اسی لئے ان کو اپنی مسجدوں میں نماز پڑھنے سے روکتے تھے، اسی نفرت کے جذبہ کو فرو کرنے کے لئے احمد پورہ کالونی میں واقع اہل حدیث مسجد کے امام مولانا محمد اسلم سلفی نے مولوی خالد بن محمد سعید صدیقی [متوطن ضلع بالیسر صوبہ اڑیسہ] سے ایک چہار ورقی کتابچہ بنام ''مطرق الحدید'' ترتیب دلوائی، اس مقصد کی آبیاری کے لئے آغاز ہی میں لکھتے ہیں۔

> آج میں اپنے ناظرین کرام کو ان شاء اللہ تعالیٰ حنفی فقہ کی کتابوں کے مسائل اور صفحہ نمبر کے ساتھ ان مسائل کو بتادوں گا۔ تاکہ ہر خاص وعام فائدہ حاصل کرلے اور اہل حدیث سے نفرت ہمیشہ کے لئے ختم ہوجائے، میں نے عوام کی آسانی کے خیال سے حوالہ جات کو تراجم فقہ حنفیہ سے نقل کیا ہے۔ مجھے امید قوی ہے کہ احناف اب اہل حدیث کو مسجدوں سے نہیں روکیں گے۔

دراصل اس میں عیارانہ ذہنیت کو بروئے کار لاکر وہی غیر مقلدین جو اہل سنت کو کافر ومشرک اور بدعتی کہتے نہیں تھکتے ہیں، علاقہ بدلہ ماحول مخالف پایا تو گرگٹ کی طرح رنگ بدل کر فقہ حنفی سے ان مسائل کا حوالہ نمبر نوٹ کر دیا کہ جن مسائل میں سے بیشتر کا وجود ہی نہیں ہے اور انہیں علمائے اہل سنت کے سر مونڈ دیا ہے، تاکہ غیر مقلدین اہل سنت سے اتفاق عمل دکھا سکے، پھر بڑے ہی مسکینی انداز لکھتے ہیں کہ جب وہی مسائل ہم بھی مانتے ہیں، تو ہم اور آپ ایک ہی ہوئے پھر ہم سے نفرت کیوں کی جاتی ہے، جیسا کہ آخر میں لکھتے ہیں۔

میرے دوستو: اس میں شک نہیں، ضرور آپ اپنے گھر جا کر جائزہ لے کر

مجھے اپنی سعی کے شکریہ کا موقع دیں گے اے حق پرستو! میں نے صرف
بطور نمونہ تمہاری آسانی کی خاطر چند مسائل پیش کر دئے ہیں ان شاء اللہ
تعالی آئندہ ہمیشہ تماری خدمت جہاں تک ممکن ہوا اسی طرح کرتا رہوں گا۔
اللہ تعالی تم کو اور مجھ کو حق پر چلنے کی توفیق عطا کرے آمین جس کی بدولت
ملت محمدیہ سب ایک ہی شیرازہ ہے میں نے اس اشتہار میں اپنی طرف
سے کوئی زیادتی سے کام نہیں لیا صرف تمہاری مقدس کتابوں سے نقل
کر دیا ہے، اگر یہ ناگوار گزرے تو یہ آپ ہی کی کتابوں کا قصور ہے، مجھ
غریب سے دل شکنی نہ ہونی چاہئے۔ [مطرق الحدید]

قارئین باتمکین! دیکھا آپ نے یہاں پر کس مسکینی کے ساتھ حق پرست کہا اور لکھا گیا ہے، یہ اس وقت کی بات ہے جب شہر میں غیر مقلدین کی تعداد انگلیوں میں گنی جاتی تھی، مگر اب ان کی تعداد سے زیادہ ان کی مسجدیں قائم ہوگئی ہیں، اسی لئے کسی کی نفرت انگیز نگاہوں کا اب سامنا نہیں کرتا ہے، اب ان کا رنگ وہی قدیم سفاکانہ ہے۔ اہل سنت کو مشرک اور کافر کہتے لکھتے نہیں تھکتے۔

مطرق الحدید میں غیر مقلد عالم نے بڑی چالاکی سے کام لیا ہے، اہل سنت اور ان کے درمیان جن عقائد میں اختلاف ہیں، ان کو پیش کرنا چاہئے تھا لیکن اس نے عقائد کی بجائے فرعی مسائل کو مشترک دیکھانے کی کوشش کی ہے، وہ بھی اہل سنت کی کتابوں سے براہ راست نہیں بلکہ خود غیر مقلد کی کتاب ''تراجم فقہ حنفیہ'' سے صرف صفحہ وجلد نمبر نوٹ کر دیا، عینہ اقتباس نقل نہیں کیا، دعوی غیر مقلدیت مگر اقتباس مذکور میں دیکھئے، اپنے عالموں کی تصنیفات پر کس قدر اندھے پن سے اعتماد ہے، اسے ہی تو غیر مقلدیت کی اندھی تقلید کہتے ہیں، غیر مقلدیت کا دعوی کر کے اسی شرک کو اپنے گلے کا ہار بنالے تو سات پشت تک خون معاف، پکا موحد مسلمان اور یہی تقلید علمائے اہل سنت کرے تو مشرک بت پرست، ان کی ایک غلطی بھی معاف نہیں۔

چونکہ حضرت شیخ العلما کی تمام تر توجہ درس وتدریس کی طرف تھی اور اس وقت نظام آباد کے اہل سنت کو علما وحفاظ کی سخت ضرورت تھی، آپ اسی میں منہمک تھے، غیر مقلدین کو جواب دینے کے لئے خطیب تلنگانہ حضرت قاری جاہ محمد مشہودی صاحب علیہ الرحمہ کمر بستہ ہوئے، اور آپ نے ''مطرق الحدید'' کا جواب ''ضرب شدید'' لکھ کر قوم کے حوالے فرمایا، کتابچہ میرے

مطالعہ رہی ہے، اس میں حضرت شیخ العلما کی تقریظ بھی ہے۔ عرصہ بیت جانے کی وجہ سے مضمون یاد نہیں رہا اور اس وقت کتابچہ سامنے بھی نہیں ہے، اس لئے اس کے مضامین سے آگاہ کرنا مشکل ہے، لیکن یہاں پر غیر مقلدین کے جھوٹ نگاری کا ایک نمونہ یہی پر پیش کئے دیتے ہیں۔ مطرق الحدید میں لکھا ہے۔

اجماع ہو چکا ہے کہ اہل حدیث ہی اہل سنت ہے۔ [ہدایہ ص 120]

پہلا جھوٹ یہ ہے کہ محولہ بالا کتاب ایک جلد میں نہیں ہے، کہ بس نام لکھ کر صفحہ نمبر دے دینا کافی ہے، بلکہ جلد نمبر بتانا بھی ضروری تھا، یہ مسئلہ صرف اسی حوالہ کے ساتھ نہیں ہے بلکہ اکثریت کا یہی حال ہے۔

دوسرا جھوٹ یہ ہے کہ ماقبل کے اہل حدیث واقعی اہل سنت تھے، وہ ہرگز غیر مقلد نہیں تھے، غیر مقلدوں کا اہل حدیث سے کیا نسبت۔

چہ عالم خاک را با عالم پاک

اس زمانے میں اہل حدیث اس کو کہا جاتا تھا جو لاکھوں حدیثوں کو یاد رکھتے تھے، اور اسی کی تعلیم دیتے تھے، انہیں محدثین کی مبارک جماعت کو ''اہل حدیث'' کہا جاتا تھا۔ جس طرح کہ فقہا کی جماعت ہوا کرتی ہے، اب جو فقہ میں درک نہیں رکھتا اسے کوئی فقیہ نہیں کہتا، جو عالم نہیں اسے کوئی مولوی صاحب نہیں کہتا، مگر جنہیں ایک بھی حدیث یاد نہیں وہ اپنے آپ کو ''اہل حدیث'' کہتا پھرے۔ اس سے بڑھ کر بے عقلی کی دلیل کیا ہوگی۔

تیسرا جھوٹ یہ ہے کہ غیر مقلدین اگر صاحب ہدایہ کے زمانے کے اہل حدیث ہے تو پھر کون سے ''اہل حدیث'' کی پیدائش انگریزوں کی مرہون منت ہوئی، جس کی تاریخ پیدائش پر قصیدہ خوانی بڑے بڑے غیر مقلد نام نہاد اہل حدیث مولوی کرتے نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ غیر مقلد مولوی عبد المجید سوہدروی اہل حدیث نے ''سیرت ثنائی'' ص 372 پر لکھا ہے۔

مولوی محمد حسین بٹالوی نے اشاعۃ السنۃ کے ذریعہ اہل حدیث کی بہت
خدمت کی، لفظ وہابی آپ ہی کی کوشش سے سرکاری دفاتر و کاغذات سے
منسوخ ہوا، اور جماعت کو اہل حدیث کے نام سے موسوم کیا گیا۔

نیم چڑھا کریلا وہابی سرسید احمد خان بانی فرقہ نیچریہ و بانی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ لکھتے ہیں جناب مولوی ابوسعید محمد حسین کو وہابی نام ہونا گوارہ نہ تھا، انہوں نے گورنمنٹ

سے درخواست کی تھی کہ اس فرقے کو جو درحقیقت اہل حدیث ہے اور لوگوں نے از راہ ضد وحقارت کے اس کا نام وہابی رکھ دیا ہے، گورنمنٹ اس کو وہابی کے نام سے مخاطب نہ کرے۔ [مقالات سرسید جلد 9 ص 110]

وہابی نما دیوبندی مولوی بشیر احمد پاکستانی نے لکھا ہے۔

ہندوستان میں انگریز کی حکمرانی سے قبل اس گروہ کا کہیں بھی نام ونشان تک نہ تھا، ہندوستان میں اس فرقہ کا وجود انگریز کی نظر کرم اور چشم التفات کا رہین منت ہے۔ [اہل حدیث اور انگریز ص 10]

غرض ان شواہد کے علاوہ موسم کے لحاظ سے جماعت کا نام بدلنا بھی اس بات کا غماز ہے کہ بالکل یہ ایک نیا فرقہ ہے، اس لے آج تک دانشوران وہابیہ حواس باختہ ہے، اب تک اپنی جماعت کے درجنوں نام بدل چکے ہیں اور آج بھی اسی کشمکش میں ہے، اسی لئے اب تک کسی ایک نام پر انہیں استقامت وقرار نصیب نہیں ہوا۔

معلوم ہوا کہ ''اہل حدیث'' قرون وسطی کے محدثین کرام کا ایک لقب تھا، اور اوپر جن کی غیر مقلدین نے مدح سرائی کی ہے یہ انگریزوں کی پیداوار ہے۔

دیوبندیوں کی تردید میں کردار:

دیوبندیت بھی وہابی ہی ہے، جیسا کہ پچھلے صفحات میں حوالے گزر چکا ہے، ملک کی آزادی کے بعد نظام آباد اور اطراف میں دیوبندیت تبلیغی جماعت کے ذریعہ آئی، اور مختصر مدت میں سوائے چند ایک کو چھوڑ کر شہر بھر کی تمام مسجدوں اور تعلیم گاہوں پر قابض ومتصرف ہوگئی، اسی 80/ کی دھائی تک اہل سنت خواب خرگوش میں مست رہے، اس کے بعد بیداری آئی۔

جب حضرت شیخ العلما نے دارالعلوم رضائے مصطفیٰ بودھن کی زمام صدارت سنبھالی، تو حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ساتھ میں آگئے، چونکہ دونوں بزرگوار کے درمیان تعلقات نہایت مثالی تھے، دونوں کے درمیان کبھی چشمک تک نہیں ہوئی، دونوں کی مثالی دوستی حضرات یوسفین شریفین کی یاد دلاتی تھی۔

چناں چہ شہر بودھن کے دیوبندیوں نے سر اٹھایا اور ''مولانا وستانوی لائبریری بودھن'' کی جانب سے ایک پمفلٹ میں اجتماعی صلوٰۃ وسلام کو بدعت لکھ کر شائع کیا، اس کے جواب میں حضرت قاری صاحب نے 8/ آٹھ صفحاتی ایک رسالہ بنام ''برق انوار رضا'' ترتیب دے دیا،

جس کی تصحیح کا کام بھی حضرت شیخ العلماء نے انجام دیا، جیسا کہ اس بات کو چیلنج کے بعد ہی نیچے تحریر فرمایا ہے۔ اس کی کئی ایڈیشن نکلیں اور شہر واطراف میں مفت تقسیم ہوئیں۔ آخری صفحہ پر چیلنج کو ملاحظہ فرمالیجئے، فرماتے ہیں۔

چیلنج: ہم نے احادیث اور اقوال ائمہ وغیرھم سے انفرادی اجتماعی درود وسلام کو جائز، مستحسن، احب اور شرعاً مستحب، حکم خدائے بزرگ وبرتر نیز سنت صحابہ کرام ثابت کر دیا ہے۔ اور تبلیغی جماعت کی مشہور کتاب فضائل اعمال کا حوالہ بھی پیش کر دیا ہے۔

اب اگر وہابیوں میں دم اور ہمت ہے تو وہ احادیث اور اقوال ائمہ [جس پر سب متفق ہوں] سے مع حوالہ ناجائز، بدعت ضالہ اور شرک ثابت کر کے دکھائیں۔

لو مرد ہو تو اب نہ سر کنا لڑائی سے

اور اگر ثابت نہیں کر سکتے تو آؤ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے توبہ کر لو اور صحابہ، ائمہ، محدثین، مفسرین اولیاء کاملین کی مقدس جماعت اہل سنت میں داخل ہو جاؤ۔ اسی میں تمہاری اور سب کی خیر ہے۔ یا پھر۔۔۔ حقانیت کے پیش نظر۔۔۔ میدان مناظرہ۔۔۔ میں آجاؤ۔

مگر باطل میں وہ کہاں دم کہ میدان مناظرہ میں آئے، سوائے تشکیک اور شبہات کے کوئی کام ان سے ہوا ہے نہ ہوگا۔

ان کے علاوہ قادیانیت، فتنہ گوہر شاہی، فتنہ شکیلیت، وغیرہ کا بذریعہ جلسہ وجلوس تردیدیں کرتے رہتے ہیں۔



باب چہارم

مسلک اعلیٰ حضرت کا سپاہی:

مسلک اعلیٰ حضرت کا علم بردار

ہندوستان کی سرزمین میں تقریباً نصف درجن سے بھی زائد فرقے پنپ رہے ہیں، ان میں سے ایک بریلوی کو چھوڑ کر باقی سب کے سب وہابیائی فرقے ہیں، جیسا کہ پچھلے باب میں معلوم ہوا، اور ان باطل وہبیائی فرقوں کے درمیان حق پرستی کی علامت اور قدیم اہل سنت کا علم بردار جماعت صرف اور صرف بریلوی ہی ہے، اس بات کا اعتراف غیروں نے بھی کیا ہے، عقائد ونظریات ہو یا تاریخی ہر دو اعیبار سے اس کا ''اہل سنت کا علم بردار'' ہونا تسلیم کیا ہے، اور یہ نام اگرچہ غیروں کی سازشی ذہنیت کا عطا کردہ ہے، مگر اسے قبول کرنے میں کسی بھی خانقاہ ومدارس کے علماء ومشائخ کو کبھی تامل نہ ہوا، بلکہ کشف والہام سے اسی مسلک میں آخرت کی بھلائی دیکھی، اسے قرآن وحدیث صحابہ وتابعین کرام اسلاف عظام کے عقائد ونظریات کا ترجمان پایا، مسائل میں امام اعظم ابوحنیفہ کا پابند بتایا، فی زماننا وہابیہ دیوبندیہ مودودیہ اور روافض وخوارج وغیرہ سے فرق وامتیاز کے لئے شناخت کا ذریعہ بتایا، اسی لئے اپنے مریدین ومتعلقین کو اسی پر گامزن رہنے کی وصیت اور تلقین وتاکید فرمائی۔

اسی بریلوی جماعت میں ایک اور نام ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کی اصطلاح ایجاد عمل میں آیا، دونوں نام اگرچہ الگ الگ ہے مگر دونوں کا منشا اور مطلب ایک ہی ہے، یعنی اعلیٰ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین امام اہل سنت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمن کی جانب نسبت، ظاہر ہے کہ جب بریلوی ہونے میں کوئی اعتراض نہیں تو پھر ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کا نعرہ لگانے میں بھی کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔

لیکن افسوس کہ ہماری جماعت میں آج کل دو طبقہ ایسے پیدا ہو گئے ہیں، جو اہل سنت بریلوی میں اختلاف وانتشار کی ہوا چلا کر ملت کو نقصان پہونچاتے ہیں، ان میں سے ایک طبقہ وہ ہے، جنہیں بریلوی کہلانے میں تو کوئی اعتراض نہیں، مگر مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگانے میں انہیں بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ دوسرا طبقہ ان نام نہاد مفتیوں کا ہے، جو بن بات کے کھینچ تان کر تکفیر کا فتوی دیتے ہیں اور اسے ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کا نام دے کر مسلک کو بدنام کرتے ہیں۔

اول الذکر قسم کے لوگ تو ظاہر ہے مگر دوسرے طبقہ کے لوگ جماعت چھپے ہوئے ہیں،

ان کی شناخت مشکل ہی سے ہوتی ہے، کیونکہ یہ لوگ دوسروں سے کہیں زیادہ اعلیٰ حضرت کا نام لیتے ہیں اور ان کی فکر و اعتقاد پر پابندی کا دعویٰ بھی کچھ زیادہ ہی کرتے ہیں انہیں میں سے ایک ''اشہری فتنہ'' بھی ہے۔

فتنۂ اشہریہ:

اس فتنہ کی مختصر روداد یہ ہے کہ مفتی محمد خان ناگپوری صاحب نے مولوی شمیم نوری سابق قاضی شہر کانپور پر کفر کا فتوی دیا، جب مفتی صاحب سے تکفیر کی وجہ کا ثبوت طلب کیا گیا، جو کہ نہ دے سکے، اِدھر سے طلب ثبوت کا بار بار تقاضہ اور اُدھر مفتی صاحب کا بلا کسی ثبوت تکفیر پر ڈٹے رہنا۔ اسی لئے معاملہ طول پکڑتا گیا، اس واقعہ کے تقریباً تین چار سال بعد تک مفتی صاحب زندہ رہے، اس عرصہ میں معاملہ نہایت گرم رہا، مگر ثبوت کفر نہیں دے سکے اور اپنے اس فتوی سے علماء کی التجا پر بھی رجوع نہیں کیا، اسی درمیان تصفیہ کے لئے دونوں فریق کو بلایا گیا، مولوی شمیم نوری تو آ گئے مگر مفتی صاحب نہیں آئے، اسی کی زندگی میں اسی تصفیہ کی مجلس میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے کفر پلٹنے کا حکم سنایا، اس پر بھی مفتی صاحب نے شمیم نوری کے خلاف ثبوت مہیا نہ کر سکے، یہاں تک کہ وفات [ ] پا گئے۔

اس کے بعد حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کافی لمبے عرصہ تک بقید حیات رہے، اگر مفتی صاحب نے توبہ و رجوع فرمالی تھی، تو ان کے علمی وارثین اس کا ثبوت حضور تاج الشریعہ کے حضور پیش کرتے اور معاملہ رفع دفع ہو جاتا، مگر بجائے اس کے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے فتوی کو نہ صرف فتوا بلکہ شخصیت کو بھی مجروح کرنے لگے، اور مفتی صاحب کے قصیدے پڑھنے لگے کہ انہوں نے زندگی میں کبھی کسی فتوی سے رجوع نہیں کیا، اور اس کو وجہ فضلیت سمجھنے لگے ہیں، میرے خیال میں اگر رجوع کر لیتے تھے، تو ان کے عقیدت مندوں میں اہل علم کا اضافہ ہو جاتا تھا، لہٰذا مفتی صاحب کا ثبوت نہ ہونے کے باوجود کفر کا فتوی دینا، اور کفر پلٹنے کا حکم سماعت کے باوجود رجوع نہ کرنا، اور مولوی مجتبیٰ شریف کا اپنے نانا پر سے اسی کفر کو خصوصی گزارشات کے ذریعہ اٹھانے کی ناکام کوشش کا نام ''فتنۂ اشہری'' ہے۔

لہٰذا مفتی محمد خان صاحب نے جس کی تکفیر کی تھی، اس کے خلاف تاحیات ثبوت مہیا نہیں کر سکے، اسی لئے حضور تاج الشریعہ قدس سرہ نے مفتی محمد خان پر عدم ثبوت کی وجہ سے جو کفر پلٹنے کا حکم لگایا تھا، اسی حکم کو آج علما موقف تاج الشریعہ کہتے ہیں۔

حضرت شیخ العلماء کا موقف:

حضرت شیخ العلماء زبدۃ الاماثل فخر ملت مولانا حافظ وقاری محمد غلام یاسین رضوی القادری مصباحی مدظلہ العالی حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے دست گرفتہ اور اور جس ادارے میں رہتے ہیں اس کا نام ''دار العلوم اہل سنت رضائے مصطفیٰ'' ہے، اور مسجد کا نام ''مسجد غریب نواز'' ہے، جس کی سنگ بنیاد خود حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے اپنے ہاتھوں سے ڈالی تھی، اب اس سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ اشہری فتنہ کے تئیں اہالیان دار العلوم اور حضرت کا موقف کیا ہونا چاہئے۔

بایں سبب جب اس ادارہ کے ایک مدرس کی شادی میں مفتی غلام محمد خان کے نواسہ مولوی مجتبیٰ شریف اشہری کی آمد ہوئی، تو لوگوں نے اعتراض کیا، اس اعتراض کو اس مدرس کے گوش گزار کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''یہ مدرسہ موقف تاج الشریعہ ہے، اسی لئے مولوی مجتبیٰ شریف اشہری سے آپ برات کا اعلان کر دیجئے''

یہی بات مولوی مجتبیٰ شریف اشہری کو بری لگ گئی، جس کا اظہار کسی جلسہ کے اسٹیج میں کیا تھا اور حضرت شیخ العلما کو برا بھلا کہا۔ آپ تو ابھی کچھ بولے بھی نہیں تھے، کہ حضرت مولانا رحمت حسین شریفی صاحب نے مولوی مجتبیٰ شریف اشہری کے نام کھلا خط بھیج دیا، جسے بعینہ یہاں پر ملاحظہ فرمالیجئے۔

مفتی مجتبیٰ شریف خان کے نام کھلا خط

قارئین باتمکین! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

''نوری فاؤنڈیشن نظام آباد'' کے وہاٹس ایپ گروپ میں ایک ویڈیو نظر سے گزرا اور اسے سنا تو نہایت افسوس ہوا، کوئی مفتی مجتبیٰ شریف نام کے ایک غیر معروف شخص ہے جو اپنے آپ کو مفتی اعظم مہاراشٹرا بھی کہتے ہیں، نام شریف ہے مگر کام شرافتوں سے کوسوں دور ہیں، برسر اسٹیج عوام الناس کے روبرو اصلاح حال پر کچھ بولنے کے لئے مسالہ نہیں ملا تو فتنہ انگیزی کے لئے ایک مشہور جید عالم اہل سنت حضرت علامہ مولانا حافظ وقاری غلام یاسین مصباحی رضوی دام اقبالہ کے خلاف بن بات کا بتنگڑ بنا یا دیا، ان کی توہین کی، اور شان میں اہانت آمیز جملے استعمال کئے۔

نہیں لگتا ہے کہ کوئی واقعی مفتی دین بول رہا ہے چہ جائے کہ مفتی اعظم مہاراشٹرا" جیسے لقب کا متحمل ہو، ایسے نوجوانوں کو سر پر بٹھالیا جائے تو ان کا دماغ ساتوں آسمان کی سیر کرنے

لگتا ہے، نہ احساس ذمہ داری ہے اور نہ ہی بات کرنے کا حکیمانہ سلیقہ، معلوم ہوتا ہے کہ کوئی پیشہ ور خطیب ہے، خبط عظمت، حب جاہ کی للک سے مخمور ہے، جو اکابر کی عزت وآبرو اچھال کر اپنے نفس کے سر عزت کی پگڑی باندھنا چاہتا ہے، بس ان جیسوں کو کہیں سے میٹ ملنے کی آس بندھ جائے تو زیرا مسالہ خود ہی تیار کرلے، یعنی جنہیں مرچ مسالہ لگا کر کوئی بھی سنی سنائی باتوں کو بے جھجک بیان کردیتا ہے، تاکہ واہ واہی لوٹی جاسکے، اس طرح کی خرافات نے جناب کی علمی اور شعوری قد کا پتہ بتادیا، اور ملت کے تئیں خلوص وللّٰہیت اور دعوت وارشاد کی بجائے مفاد پرستی کی چغلی کردی۔

ان جیسے پیشہ ور مقرروں کی فطرت اس بے چارے بھیک منگے کے ساتھ پیش آنے والے سخی جیسی ہے، کہ غریب کو کسی نے ایک مرغا دے دیا، اور اسے کھانے کے لئے اس سخی کے گھر میں دے کر کہا مائی اسے بنادو خود بھی کھاؤ اور مجھے بھی کھلاؤ لیکن جب کھانے بیٹھا تو رکابی میں چاول کے ساتھ صرف دال ملی، مرغا غایب ہوگیا، بے چارہ اسی پر قناعت کرتے ہوئے کہا کہ

اس دیش کا ہے عجب حال　　　دیا مرغا بن گئی دال

بالکل اسی طرح کسی نے جناب سے کچھ اور کہا، لیکن مرچ مسالہ لگا کر اتنا چٹپٹی بنادیا، کہ ہانڈی میں صرف مسالہ رہ گیا اور مرغے کا گوشت ہی غائب ہوگیا۔ یعنی علامہ غلام یاسین مصباحی رضوی نے بھیک منگے کو مرغا پیش کیا تھا اور جناب نے اسے غائب کرکے قوم کے روبرو دال پیش کردیا۔ اب سمجھ سکتے ہیں کہ بن بات کا افسانہ بناڈالا۔ علامہ صاحب نے کیا فرمایا تھا اسے ہم بعد میں بیان کریں گے، مگر اس سے قبل مفتی اعظم مہاراشٹرا کی بارگاہ تفقہ پناہ میں چند سوالات عرض کرتے ہیں۔

(1) کیا علامہ غلام یاسین مصباحی رضوی صاحب نے آپ کو گمراہ وجہنمی " کہا ہے۔ جیسا کہ آپ نے اپنی تقریر میں کہا ہے، اگر واقعی کہا ہے تو شرعی ثبوت پیش کیجئے۔؟

(2): ورنہ بصورت دیگر آپ اس آیت "لعنۃ اللہ علی الکذبین" کے مصداق ہوں گے۔؟

(3): جس طرح کہ جناب تک روایت پہونچی، اس کی تحقیق وتدقیق کس حد تک فرمائی۔؟

تحقیق وتدقیق تو کجا آپ نے ادنی تکلیف اٹھا کر تفتیش کرنے کی زحمت بھی گوارہ نہیں فرمائی۔ ورنہ علامہ صاحب یہ ہرگز اظہار افسوس کے ساتھ کمینٹ نہیں فرماتے کہ

"افسوس صد افسوس: مفتی اعظم مہاراشٹر اور تحقیق کا فقدان، سنی سنائی

[باتوں] پر اعلان عام، یہ غیر ذمہ داری کا اسٹیج پر کام، سن لو خود ان کا انجام
جو کہیں گے اپنی داستان"

اب مطلع صاف ہے کہ جناب مفتی اعظم مہاراشٹرا صاحب خود علمی اور شعوری اعتبار سے احساس کمتری کا شکار ہے، اور وہم کے مرض میں مبتلا ہے، کوئی کچھ بھی بولے اسے اپنی گمراہیت اور جہنمی ہونا سنائی دیتا ہے۔؟

(4): برسر اسٹیج کسی عالم اہل سنت کا نام لے کر بغیر تحقیق کے جھوٹ منسوب کرنا کسی اہل تفقہ سے ممکن ہے،؟ نہیں! تو آپ تفقہ سے بھی عاری ہے، اور محض سنی سنائی باتوں کی دیوار پر اپنی عظمت کے محل کی بنیاد رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، تھوڑی دیر کے لئے واہ واہی لوٹی جاسکتی ہے مگر جب حقیقت آشکارا ہوگا تو جھوٹ کے فلک بوس محل بھی زمین دوز ہوجاتا ہے۔ لہذا جناب نے سنی سنائی بات بغیر تحقیق کے اسٹیج پر بیان کردیا، جس میں جھوٹے ثابت ہوچکے ہیں، اور جناب سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ جھوٹوں کو منبر رسول پر کھڑا کرنا، انہیں جلسہ وجلوس میں بلانا از روئے شرع کیا حکم رکھتا ہے۔؟

(5): عوامی اسٹیج اصلاح وتلقین کا منبع ہوتا ہے یا مقرروں کی ذاتی چشمک کی داستان سرائی کی تھان، کہ بے چارے عوام روپیہ دیکر دینی شعور بیدار کرے یا فتنہ وفساد خریدے۔؟

(6) جھوٹ باندھنا، تہمت سازی کرنا بھی ایک فتنہ ہے، وہ بھی کسی عالم اہل سنت کے خلاف، جو کسی فتنہ سے کم نہیں، اور ایسی ہی فتنہ انگیزی سے متعلق اللہ تعالی فرماتا ہے۔ "والفتنۃ اشد من القتل معلوم ہوا کہ فتنہ قتل سے زیادہ شدید ہوتا ہے۔؟

(7) برسر اسٹیج علما کی توہین کرکے عوام کو علما سے بدظن کرنے والے پر شرعی حکم کیا ہے۔؟

(8): برسر اسٹیج کسی عالم اہل سنت کے خلاف بے پیر کی باتوں کو بیان کرنے کی حکمتیں اور ان بے جا حرکتوں سے ملت سنیہ میں برکتیں نازل ہوں گی یا اختلاف وانتشار اور تشتت ولامرکزیت کا شکار ہوگا۔؟

(9) خود جناب کا قول خود آں جناب کے عمل کا ساتھ نہیں دیتی ہے، زبان کچھ کہتی ہے اور عمل کچھ اور ہی گل کھلا رہا ہوتا ہے، اب یہی پر دیکھ لیجئے کہ اپنی اسی تقریر کے درمیان فرمایا کہ آج اعلی حضرت کا نام لیتے ہیں لیکن اعلی حضرت کی تعلیمات پر عمل نہیں کرتے۔؟

آپ اپنے ہی قول کے مطابق اسی اسٹیج میں مسلک اعلی حضرت کی نہ صرف مخالفت بلکہ

شدید مخالفت کرتے نظر آتے ہیں، اب جناب یہی پر دیکھ لیجئے، کہ تصویر کشی اور ویڈیو گرافی سے متعلق مسلک اعلی حضرت کا موقف کیا ہے؟ یہ ہر عالم اہل سنت کو پتہ ہے، یہاں تک کہ جناب بھی اس سے لاعلم نہیں، تو علم رکھنے کے باوجود جناب کی تقریر ویڈیو گرافی میں ہوتی ہے صرف یہی ایک تقریر نہیں بلکہ یوٹیوب میں اور بھی چند ویڈیو کلپس موجود ہیں۔ کیا یہ قوم وملت کی آنکھوں میں دن دھارے دھول جھونکنے کے مترادف نہیں۔؟ آخر کب تک لوگوں کو مسلک اعلی حضرت پر عمل آوری کے نام سے بے وقوف بناتے رہیں گے۔؟

(10) آپ کی اس تقریر کا تنقیدی جائزہ لیا جائے تو ایک دفتر تیار ہو جائے، آخر میں اتنا عرض کئے دیتے ہیں کہ آج کل یہ ٹرنڈ خوب چل نکلا ہے کہ کسی بھی مشہور شخصیت پر غلط الزامات عائد کر دو ان کی اہانت وتذلیل کر کے بعد میں توبہ ورجوع کرلو۔ ہم جانتے ہیں اس ذات شریف نے اپنی شرافت کی شہرت کے لئے علامہ غلام یاسین مصباحی رضوی کے خلاف اسی ٹرنڈ کو آزمایا ہے، اگر نہیں۔ بلکہ غلطی سے غلطی سرزد ہوگئی ہے، اور واقعی عزت نفس کی پاسداری نہیں ہے تو میرے اس تنبیہانہ وناصحانہ گفتگو کے بعد اپنی توبہ ورجوع نامہ بلا تامل شائع کردے۔ بالکل اسی طرح جس طرح کے اسٹیج میں علامہ کی توہین کی ہے، ان کے خلاف اہانت آمیز کلمات نکالے ہیں الاعلان بالاعلان۔

یہ دس سوال ہے تلک عشرۃ کاملہ " جواب دے کر عنداللہ وعندالناس ماجور ہوں۔ اگر اس پر توجہ نہ دی گئی، اور توبہ ورجوع نامہ شائع نہیں کیا گیا تو اس کے بعد کے حالات کا ذمہ دار خود ذات شریف کے سر ہوگا۔

بقلم خود:

محمد رحمت حسین شریفی رضوی

نوٹ: اس کے جواب میں مولوی مجتبیٰ شریف اشہری کا جواب بھی ملاحظہ فرمالیجئے، جوابی مکتوب درج ذیل ہے۔

فقیر گدائے اشہر کے نام مولانا غلام یٰسن صاحب کے حامی جناب رحمت حسین شریفی صاحب کا ''کھلا خط'' اور اس کا تحقیقی جواب''

عزیزم مولوی محمد یوسف سلمہ کے نکاح میں فقیر گدائے اشہر مجتبیٰ شریف خان کی شرکت کے سبب مولوی غلام یاسین صاحب نے مولوی محمد یوسف صاحب سے بشدت برات کا مطالبہ کیا اور یہ مطالبہ برات اشخاص کثیرہ کے مابین مشتہر ہو کر حد جزم کو پہنچا۔

یاد رہے کہ جب مطالبہ برات کی وجہ میری شرکت ٹھہری تو یہ مولوی غلام یاسین صاحب کے نزدیک میرے فسق۔۔۔ یا گمراہیت۔۔۔۔ یا کفر کے اعتقاد کا موجب ہوگا؟

اول کی طرف راہ نہیں کہ عام طور پر مجلس نکاح میں فساق وفجار کا اجتماع ہوتا ہے جو اس نکاح میں بھی تھا مگر ان کی شرکت سے برات کا مطالبہ نہ کرنا اس بات کو مستلزم ہے کہ مطالبہ برات یا تو گمراہیت کے اعتقاد کے سبب تھا یا کفر کے اور یہ دونوں دخول نار کا موجب ہیں۔

اب فقیر گدائے اشہر مولوی غلام یسن صاحب کے مطالبہ برات پر یہ شرعی مطالبہ کرتا ہے کہ آنجناب نے جو اعتقاد فاسد رکھ کر برات کا مطالبہ کیا ہے اس کے صحیح ودرست ہونے کی کون سی وجہ شرعی تھی؟۔۔۔۔ اور کس درجہ کی تھی؟۔۔۔۔ رہا میری تقریر میں مولوی غلام یسن کی طرف قول مذکور کی نسبت گو کہ وہ اخبار آحاد کے درجے میں ہے مگر یہ مطالبہ برات کے جزم پر متفرع تھا اور یہی الزام کا باعث ہوا۔

شریفی صاحب! آپ نے کھلا خط میں جو بھی سوالات کیے ہیں ان کے کافی وافی شافی جوابات تقریر مذکور میں ہو چکے بشرطیکہ آپ انہیں اصول شرع کے مطابق بامعان نظر دیکھیں۔۔۔ ہاں اگر کوتاہ بینی کے سبب ان کا ادراک نہ ہو سکے تو اس میں قصور آپ کا ہوگا۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

البتہ سوال نمبر 9 میں ضمنا ویڈیو گرافی اور تصویر کشی سے متعلق جو کچھ باتیں لکھی گئی ہیں اس پر عرض ہے کہ اس بارے میں جواز کی صورتیں فقیر کے پیش نظر ہیں لہذا یہ فسق وفجور کا باعث نہیں مگر جو حضرات ذی علم ضرورت شدیدہ ملجبہ کے سوا میں اس کی حرمت کے قائل ہیں (جیسا کہ ان حضرات کے فتاوی میں ہے وہ حضرات غیر ملکی سفر کے دوران ایرپورٹ پر امیگریشن کے وقت آفیسر کے سامنے قصداً ویڈیو گرافی کراتے ہیں اگر یہ بطور جواز کریں تو یہ حکم گمراہیت کو مستلزم اور

اگر بطور حرام کریں تو حکم فسق کو۔۔۔۔۔اب آپ بتائیں کہ کیا یہ حضرات مسلک اعلیٰ حضرت کے مطابق لائق امامت وبیعت بچیں گے؟

نیز اس راہ سے جو تحائف وہدایا میسر آئیں گے شرعاً ان کا استعمال مستحسن ہوگا یا صدقہ کرنا؟

ارشاد احیا ناطق تھا ناچار اس راہ پڑا جانا

رہی آپ کی پیش کردہ تمثیلات تو اس کے مستحق آپ ہی ٹھرے۔

فقیر گدائے اشہر مجتبی شریف خان غفرلہ

مہتمم الجامعۃ الرضویہ دار العلوم امجدیہ ناگپور

صفر المظفر 1446 / 19 اگست 2024ء جمعہ مبارک

[نوٹ]

اس کا جواب تو کسی نے نہیں دیا، جواب نہ دینے کی وجہ حضرت کی عدیم الفرصتی تھی، اب حقیر جواب تو نہیں دے گا مگر اس پر ایک تحقیقی اور تنقیدی نگاہ ضرور ڈالے گا۔ملاحظہ کیجئے۔

مولوی مجتبیٰ شریف اشہری کے تحقیقی جواب کا ایک ناقدانہ جائزہ

[کھلا خط کا پس منظر]

فقیر خاکپائے قادری رضوی مرتضوی غفرلہ القوی کو وہاٹس ایپ گروپوں میں سے کسی گروپ میں حضرت مولانا رحمت حسین شریفی کا ایک خط مفتی مجتبیٰ شریف کے نام پڑھنے کو ملا تھا، پھر اس کے جواب میں مفتی صاحب کا جواب آیا، مولانا رحمت حسین شریفی صاحب نے اپنی عدیم الفرصتی کا عذر پیش کرتے ہوئے بغرض مطالعہ وتبصرہ آرائی فقیر کے پاس بھیجا، سوالات مع جوابات بامعان نظر دیکھا۔

مولانا رحمت حسین شریفی صاحب کو عرصہ تین سال سے جانتا ہوں اور تقریباً ہر دو چار دن میں ٹیلی فونک گفتگو ہوتی رہتی ہے، آپ ایک اچھے اور سچے سلجھے ہوئے عالم دین ہیں، علماو مشائخ سے محبت کرتے ہیں، لیکن ان علما کو ہرگز پسند نہیں کرتے جو علما کی توہین کرتے ہیں، یا علماء کی آپسی تناؤ کی بات عوام کے روبرو پیش کرتے ہیں، ایسے ہی کچھ دن پہلے مفتی مجتبی شریف نے اپنی ایک ویڈیو میں حضرت مولانا غلام یاسین مصباحی رضوی کی شان میں توہین آمیز کلمات کا ارتکاب کیا۔جن کے الفاظ کھلا خط میں لکھے نہیں گئے، مگر اسی میں جو کچھ بیان ہے وہی کھلا خط کے وجود میں آنے کا باعث ہوا۔تمام سوالات اسی ویڈیو سے ماخوذ ہیں۔

چونکہ شیخ العلما زبدۃ الاماثل حضرت مولانا حافظ وقاری محمد غلام یاسین مصباحی رضوی القادری اطال اللہ عمرہ کوئی ایرے غیرے شخصیت کا نام نہیں ہے، اللہ تعالی نے آپ کو ظاہری شکل وصورت سے کہیں زیادہ باطنی صفات سے مرصع فرمایا ہے، نیز نظام آباد کی سرزمین میں آپ کی دینی وعلمی خدمات کا سلسلہ 27 سال پر محیط ہے، ہزاروں علماو مشائخ ،حفاظ وقرآء آپ کے بلاواسطہ اور بالواسطہ شاگرد ہیں۔جو ہندوستان کے مختلف صوبجات میں پھیل کر دینی وقومی اور ملی خدمات انجام دے رہے ہیں، حضور تاج الشریعہ ازہری میاں علیہ الرحمہ کے دست گرفتہ ،مفتی اعظم مہاراشٹرا اشرف الفقہاء علامہ مجیب اشرف رضوی القادری علیہ الرحمہ اور حضور گلزار ملت دام قبالہ کے خلیفہ مجاز ہیں۔

لہذا حضرت مولانا رحمت حسین شریفی اگر چہ آپ کے شاگرد نہیں ہے مگر قرب وجوار میں رہنے کی وجہ سے صحبت نشیں ومتاثر ضرور ہیں، جب ویڈیو میں حضرت کی شان کے خلاف

مولوی مجتبیٰ شریف کی گستاخانہ ہفوات کو سنا، تو اسی جذبہ حق گوئی و بے باکی کا کھلا ثبوت کھلا خط کی صورت میں ظہور پذیر ہوا۔

کھلا خط کی تلخی اور اندھ بھکتی:

" کھلا خط میں ضرور کہیں کہیں پر سخت کلمات پائے جاتے ہیں، جو مولوی مجتبیٰ شریف کی گستاخانہ قول پر متفرع ہے، لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ کچھ اندھ بھکت قسم کے عالم نما جاہل لوگوں نے اس کھلا خط کو لکھنا ہی گستاخی پر محمول کرلیا ہے، ان سے میری گزارش ہے کہ آپ کو کھلا خط کی تلخی نظر آ گئی، مگر اپنے پیر مغاں کا حضرت مولانا غلام یاسین رضوی مصباحی کی شان کے خلاف گستاخانہ اقوال رذیلانہ افعال نظر نہیں آتا، ذرا ویڈیو سے الفاظ ملاحظہ کیجئے۔

" کہ بودھن میں مدرسہ رضائے مصطفے ہے اس کا ایک مدرس مولوی ہے
نام غلام یاسین ہے نہ پڑھے نہ لکھے نہ عقل نہ شعور نہ تمیز نہ ہی علم ہے "

کوئی سلیم الطبع شخص کہہ سکتا ہے کہ مولوی مجتبیٰ شریف صاحب قصیدہ پڑھ رہے ہیں، مگر اندھ بھکتوں کو لگ رہا ہے کہ یہ قصیدہ خوانی ہی ہے۔ خیر جس کا جیسا کہ ظرف ہے، وہی کچھ سماتا ہے۔

تحقیقی جواب کا پوسٹ مارٹم:

یہاں تک بات کھلا خط کے پس منظر کی تھی، اب قدرے گفتگو فتنے کا مصدر ویڈیو سے متعلق بھی کئے لیتے ہیں، مولوی مجتبیٰ شریف کی یہ ویڈیو میں نے بھی دیکھی، جو تین منٹ چونتیس سکنڈ کی ہے، جس کے اوپر نیچے ایڈیٹنگ کی گئی ہے، اور اردو میں لکھا ہے۔

"میں نے خصوصی گزارشات کیوں لکھی؟؟۔
20 سال سے ہمارے حقوق ضائع کرنے والوں سے ہم قیامت میں
مواخذہ کریں گے!!! [ویڈیو کے نیچے لکھا ہے] جانئے خود مفتی اعظم مہاراشٹر
حضرت علامہ مفتی مجتبیٰ شریف خان صاحب مصباحی بغدادی کی زبانی۔

ایڈیٹنگ کے الفاظ سے واضح ہے کہ اس کے موجد خود مفتی صاحب ہے اور اپنے آپ کو مفتی اعظم مہاراشٹر بھی لکھ رہے ہیں، پتہ چلا کہ عہدہ اور منصب کی للک اور چاہت کچھ زیادہ ہی ہے۔

خیر! اس ویڈیو میں کیا کیا فتنے جگائے ہیں، اس پر کچھ گفت وشنید ہو، پہلے ان مذکورۃ

الصدر ایڈیٹنگ کا جائزہ لے لیجئے، جس سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ اشہری فتنہ آج کا نہیں ہے، بلکہ 20 سال قبل کا ہے، فتنہ کا لفظ میں نے اس لئے استعمال کیا کہ مفتی محمد خان اشہری نے اپنی حیات میں اپنا مسئلہ خود سلجھا کر نہیں گئے، حالانکہ اس مسئلہ کے بعد بھی چند برس تک زندہ رہے، اسی لئے کہہ سکتے ہیں کہ جو مسئلہ مفتی محمد خان صاحب زندگی میں سلجھا نہیں پائے، اس کی وفات کے تقریبا 20 سال بعد یہ مسئلہ کیسے سلجھ سکتا ہے، اس کے باوجود مفتی مجتبیٰ شریف خان جو مفتی محمد خان کے نواسہ ہے، کھڑے ہوگئے اور ایک مختصر رسالہ خصوصی گزارشات کے نام سے لکھ ڈالی۔ میرے نزدیک کسی مسلمان وہ بھی عالم دین پر کفر کا الزام آتا ہو اور اسے کوئی اٹھانے کی کوشش کرتا ہو تو یہ کام برا نہیں ہے، مگر واجبی دلیل دینا چاہئے نہ کہ منطقیانہ گفتگو سے بحث کو سلجھانے کی بجائے اور زیادہ الجھادے، خصوصی گزارشات میں الجھانے کے علاوہ سلجھانے والی کوئی بات ہی نہیں ہے۔

اس ''خصوصی گزارشات'' میں سیدھے سادھے طور پر دو نکتے پیش کرتے۔

اول: مفتی محمد خان صاحب نے جس کی تکفیر کی تھی، اس کے خلاف تا حیات ثبوت مہیا نہیں کر سکے تھے۔ اسی لئے حضور تاج الشریعہ قدس سرہ نے مفتی محمد خان پر ان کی زندگی ہی میں عدم ثبوت کی وجہ سے کفر پلٹنے کا حکم لگایا تھا۔ یہاں ثبوت پیش کر کے حکم کفر کو اٹھا لیتا۔

دوم: یا پھر مفتی محمد خان صاحب کا رجوع نامہ پیش کرتے۔

مگر مولوی مجتبیٰ شریف خصوصی گزارشات میں کفر پلٹنے کی عوامل اور وہی ثبوت پیش کر سکے اور نہ ہی رجوع نامہ کا ذکر ہی کر سکا۔ اسی لئے ''خصوصی گزارشات'' اہل علم کے نزدیک کوئی ادنیٰ اثر بھی مرتب نہیں کر سکی۔

مگر اس میں کیا یہ کہ ثبوت کی بجائے حکم لگانے والے ہی کی شخصیت کو مجروح کر ڈالا ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ ہی کے منصب قضا کا انکار اور ان کو مسلک اعلی حضرت سے روگرداں دیکھایا ہے، جو ایک فتنہ سے کم نہیں۔ لہذا یہاں سے معلوم ہوا کہ اس فتنہ گر کی اکابر علما وائمہ کی شان کے خلاف زبان درازیاں کرنے کی پرانی عادت ہے، اب اگر اس نے مولانا غلام یاسین رضوی پر بھی زبان کو دراز کرے تو حیرت کیا ہے۔؟

گمراہ و جہنمی کہنے کا فقط الزام ہے:

مولوی مجتبیٰ شریف کے اس مکتوب کے حوالے سے لکھنے جاؤں تو ایک دفتر تیار ہو جائے، مگر یہاں پر اختصار مدنظر ہے، اسی لئے صرف مدعا پر بات کرتا ہوں۔ مولانا رحمت حسین

شریفی کا پہلا سوال ملاحظہ کیجئے۔

(1) کیا علامہ غلام یاسین مصباحی رضوی صاحب نے آپ کو گمراہ وجہنمی" کہا ہے۔جیسا کہ آپ نے اپنی تقریر میں کہا ہے، اگر واقعی کہا ہے تو شرعی ثبوت پیش کیجئے۔؟

اس کے جواب میں مفتی صاحب نے جو جواب دیا، وہ واقعی عجوبہ روزگار ہے، شرعی ثبوت کا مطلب کیا ہے ایک مفتی اعظم کہلانے والے شخص کو بتانے کی ضرورت نہ تھی، کہ شرعی ثبوت سے مراد عینی گواہوں کے نام مع ان کے بیان پیش کردیتے، لیکن اس کی بجائے صرف یہ کہہ دیا گیا کہ:

"مولانا غلام یاسین صاحب نے مولوی یوسف صاحب سے برات کا مطالبہ اشخاص کثیرہ کے سامنے کیا"

اشخاص کثیرہ کی موجودگی کے باوجود مطالبہ برات کے الفاظ اور عینی گواہوں میں سے چند کے نام بھی پیش نہ کرسکے۔جس سے راوی اور روایت کی ثقاہت اور صدق وکذب کا حال معلوم ہوتا۔

ویڈیو میں ''گمراہ وجہنمی'' کہنے کا الزام اور یہاں مکتوب میں عینی گواہوں میں اشخاص کثیرہ کا تام جھام، پھر بھی باوجود اس کے خود اپنی کہی ان باتوں کو جھٹلاتے اور اپنے آپ کو ''الزام تراش'' ثابت کرتے نظر آتے ہیں۔جیسا کہ آنجناب نے فقاہت ریزیاں فرمائی ہیں، ملاحظہ کیجئے۔

"یاد رہے کہ جب مطالبہ برات کی وجہ میری شرکت ٹھہری تو یہ مولوی غلام یاسین صاحب کے نزدیک میرے فسق۔۔۔۔یا گمراہیت۔۔۔۔یا کفر کے اعتقاد کا موجب ہوگا؟ اول کی طرف راہ نہیں کہ عام طور پر مجلس نکاح میں فساق وفجار کا اجتماع ہوتا ہے جو اس نکاح میں بھی تھا مگر ان کی شرکت سے براءت کا مطالبہ نہ کرنا اس بات کو مستلزم ہے کہ مطالبہ برات یا تو گمراہیت کے اعتقاد کے سبب تھا یا کفر کے اور یہ دونوں دخول نار کا موجب ہیں۔"

قارئین باتمکین! مذکورہ اقتباس میں کہیں پر بھی ''گمراہ جہنمی'' کہنے کی نسبت حضرت شیخ العلما کی جانب ثابت نہیں ہوتی، بلکہ یہ خود مفتی صاحب کی فقاہت ریزی ہیں، جس میں خود اپنی ذات پر گمراہ اور کافر سمجھنے کا فقط الزام عائد کیا ہے، بولنے کا نہیں، بولنے اور سمجھنے میں جو زمین

اور آسمان کا فرق ہے، وہ کسی اہل علم سے مخفی نہیں، شرعی اعتبار سے بھی ''سمجھ'' پر فتویٰ لاگو نہیں ہوتا، کیوں کہ وہ ایک احساس ہے، وسوسہ ہے، اور دلوں میں وسوسے ہزاروں آتے ہیں اور جاتے ہیں، جب تک کہ زبان سے اس کا اظہار نہ کردے، شریعت اس کی گرفت نہیں کرتی۔

اور یہاں پر بولنا تو آپ ہرگز ثابت ہی نہیں کرسکتے، کیونکہ مذکورہ اقتباس کے علاوہ مکتوب کے ایک اور مقام پر اس بات کا اعتراف موجود ہے کہ، حضرت شیخ العلما پر الزام واہانت کا باعث مطالبہ برات ہے۔جیسا کہ لکھتے ہیں۔

''رہا میری تقریر میں مولوی غلام یسین کی طرف قول مذکور کی نسبت گو کہ وہ اخبار آحاد کے درجے میں ہے مگر یہ مطالبہ برات کے جزم پر متفرع تھا اور یہی الزام کا باعث ہوا''۔

اور رہی بات ''اخبار احاد'' کی تو اسے آپ ''خبر واحد'' بھی ثابت نہیں کرسکے، آپ کی اخبار احاد باب فضیلت سے متعلق تو ہے نہیں کہ خوش ہوکر اپنی راہ لے، بلکہ باب ذم سے ہے، جہاں سے ایک سنگین الزام فرع ہوا، تو اس اخبار احاد کی تحقیق ضروری تھی، یہاں تک کہ اس روایت کو سند صحیح لذاتہ کا درجہ حاصل ہوجاتا، بعدہ الزام صحیح ثابت ہوتا، مگر آپ نے اس زمانے میں جب کہ مرچ مسالہ لگا کر لوگوں کو بولنے کی عادت ہے، وہ بات بھی بول دیتے ہیں جس کی فسانے میں ذکر ہی نہیں ہوتی، بفحوائے قرآن مجید: قل ان جائکم فاسق بنبافتبینو االخ تحقیق ضروری نہیں سمجھی، اور ''علی مافعلتم ندمین'' کے مصداق ہوئے۔

پس معلوم ہوا کہ مولوی مجتبیٰ شریف اشہری کو ''گمراہ وجہنمی'' کہنے والی بات فقط الزام تراشی ہے، حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔بلکہ خود اس کی یہ فقاہت ریزیوں کی غلط روش کا یہ غلط نتیجہ ہے۔جس کی وجہ سے ''قول'' کی بجائے ''سمجھ'' پر ہی نہ صرف گرفت کی، بلکہ اسی بنا پر شان میں توہین بھی کرڈالی، جو کہ ایک مفتی دین کو ہرگز زیبا نہیں دیتا۔

احوال واقعی:

رہی آپ کی شرکت پر اعتراض یا مطالبہ برات" تو اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ آپ کو گمراہ اور کافر" ہی سمجھا گیا تھا۔بات صرف اتنی سی تھی، جسے بڑھا کر ''علمی وارث'' نے مہابھارت اور رامائن بنا ڈالا ہے، مولانا غلام یاسین رضوی مصباحی نے فرمایا تھا کہ:

"یہ مدرسہ موقف تاج الشریعہ ہے، اسی لئے آپ مولوی مجتبی شریف سے

برات کا اعلان کر دیجئے"

اب یہاں سے اگرچہ ایک اور نئی بحث کا آغاز ہوتا ہے، مگر طول کلامی سے پہلوتہی کرتے ہوئے آپ سے صرف ایک سوال ہے، کہ آپ اپنے دور اہتمام میں دارالعلوم کے مسند تدریس پر ایسے کتنے معلمین کو بحیثیت مدرسین مامور فرمائے ہوئے ہیں، جو آپ کے نانا مفتی محمد خان کے خلاف حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے موقف کا علم بردار ہیں، ان کے دو چار نام قلم بند فرما دیجئے۔

اور اگر آپ خود اپنے دارالعلوم میں کسی ایسے معلم کو برداشت نہیں کر سکتے تو پھر دوسرے ادارہ والے جو موقف تاج الشریعہ کے حامل ہیں وہ آپ کے موقف کے حامل سے باز پرس بھی نہ کریں، یہ کہاں کا انصاف ہے۔

الحاصل: مذکورہ بالا گفتگو کا تتمہ یہ ہے کہ حضرت مولانا غلام یاسین رضوی مصباحی نے گمراہ اور کافر کا جملہ استعمال نہیں فرمایا، اور مولوی مجتبی شریف کا دعوی خود ان کی اپنی تحریر سے جھوٹا ثابت ہوگیا، تو اب رہ گیا ان کا حضرت مولانا غلام یاسین رضوی کی شان میں توہین کرنا، بے شک یقینا قطعاً یہ غلط ہی ہے، نہ صرف غلط ہے بلکہ ایک عالم اہل سنت کا عوامی اسٹیج پر توہین کر کے عوام کو اس عالم دین سے بدظن کرنے کا شرعی مجرم قرار پاتا ہے، اسی لئے اس شرعی جرم سے تائب ہو کر اللہ تعالی کی بارگاہ میں معافی کا طلب گار ہوں۔ یہی ہم سب کے لئے بھلائی ہے، ورنہ آپ جس طرح سے مولانا غلام یاسین رضوی کی بر سر اسٹیج توہین کی ہے اسی طرح کوئی آپ کی شان میں بھی توہین کر سکتا ہے۔؟

ویڈیوگرافی کا آپریشن:

ویڈیوگرافی اور تصویر کشی اعلی حضرت کے زمانے میں عام نہیں تھی اور نہ ہی انسانی ضرورت و حاجت میں شامل ہوئی تھی، بلکہ بطور لہو ولعب استعمال ہوتا تھا، اسی لئے اعلی حضرت کا مطلقاً فتوی حرام کا تھا، فرماتے ہیں۔

> فوٹو ہو یا دستی تصویر پوری ہو یا نیم قد، بنانا بنوانا سب حرام ہے نیز اس کا عزت سے رکھنا حرام اگرچہ نصف قد کی ہو کہ تصویر فقط چہرہ کا نام ہے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں: " اشد الناس عذابا یوم القیامۃ من قتل نبیا او قتلہ نبی والمصورون " قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب اس پر ہے جس نے کسی نبی کو شہید کیا یا اسے

> نبی نے قتل فرمایا اور تصویر والوں پر اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: " ان الملئکۃ لا تدخل بیتا فیہ کلب و لا صورۃ " رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں جاتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔
>
> [فتاوی رضویہ، ج:24، ص:568، ط: برکات رضا گجرات]

لیکن جب اعلی حضرت کے بعد تصویر کشی اور کہیں ویڈیوگرافی انسانی ضروریات میں شامل ہوگئی، تو بایں سبب " الضرورات تبیح المحظورات " کے تحت حکم بھی بدل گیا ہے اور علما دو طبقہ میں بٹ گئے ہیں۔

پہلا طبقہ وہ ہے جس نے حسب ضرورت حدود و قیود میں رہ کر تصویر کشی اور ویڈیوگرافی جائز قرار دیا ہے، تاکہ ضرورت بھی پوری ہو جائے اور فسق و فجور کا راستہ بھی بند رہے، جمہور علماء کا عمل اسی پر ہے۔

جبکہ دوسرا طبقہ بغیر حدود و قیود ضرورت شدیدہ کے علاوہ بھی بلا ضرورت مطلق جواز کے قائل ہیں اور ان پر جہلا کا عمل ہے، انہیں میں سے ایک آپ بھی ہیں، کہ تصویر کشی اور ویڈیوگرافی کو ضرورت کے علاوہ بھی مطلقاً جائز قرار دیتے ہیں، جو کہ مکتوب سے بھی واضح ہے، ملاحظہ کیجئے۔

> " ویڈیوگرافی اور تصویر کشی سے متعلق جو کچھ باتیں لکھی گئی ہیں اس پر عرض ہے کہ اس بارے میں جواز کی صورتیں فقیر کے پیش نظر ہیں لہذا یہ فسق و فجور کا باعث نہیں "

اعلی حضرت رضی اللہ عنہ کا فتوی حرمت او پر گزر چکا اور آپ کی تحریر مطلق جواز کی موجود ہے، بعدہ ویڈیو میں مسلک اعلی حضرت کی دہائی دیتے نظر آئے، یہی تضاد اعتراض کا باعث ہوا۔ لیکن جاتے جاتے علماء پر چوٹ کرنا نہیں بھولے، جیسا کہ اپنی عادت سے مجبور ہو کر آپ نے لکھا ہے۔

> مگر جو حضرات ذی علم ضرورت شدیدہ ملجہ کے سوا میں اس کی حرمت کے قائل ہیں جیسا کہ ان حضرات کے فتاوی میں ہے وہ حضرات غیر ملکی سفر کے دوران ایر پورٹ پر امیگریشن کے وقت آفیسر کے سامنے قصداً ویڈیو گرافی کراتے ہیں اگر یہ بطور جواز کریں تو یہ حکم گمراہیت کو مستلزم اور اگر بطور حرام کریں تو حکم فسق کو۔۔۔۔۔۔ اب آپ بتائیں کہ کیا یہ حضرات

مسلک اعلیٰ حضرت کے مطابق لائق امامت و بیعت بچیں گے؟

ضرورت شدیدہ کے علاوہ کیا بچا لہو ولعب، علما نے انہیں کو حرام قرار دیا ہے، جسے آپ نے مطلق سمجھ لیا، یہ آپ کے سمجھ کا فتور ہے، اسی لئے انہیں کی ضد میں آپ بھی مطلق جواز کے قائل ہو گئے۔

آدھار کارڈ، پاسپورٹ، ووٹر کارڈ، پان کارڈ وغیرہ ملکی اور نجی ضروریات ہیں، ان کے بغیر کام نہیں چل سکتا، بلکہ اس کے بغیر مشکلات کا سامنا ہوتا ہے، ان کو کوئی حرام قرار نہیں دیتا، رہی بات غیر ملکی اسفار یا سفر حج کے وقت امیگریشن، تو یہ بھی غیر ملکی مسافروں اور ملکوں کے لئے ایک ضرورت ہے، بغیر اس کے سفر کی اجازت نہیں ملتی، ایسی صورت میں امیگریشن ضروری ہوئی تو یہ بھی ''الضرورات تبیح المحظورات'' میں داخل ہے۔

لیکن مفتی اعظم کی علم و تحقیق پر افسوس ہے کہ جب علماء پر اعتراض کرنے کو کچھ ملا نہیں تو ملکی اسفار کے وقت علماء کے امیگریشن پر نہ صرف سوال کھڑا کر دیا، بلکہ اس ضرورت کو جائز سمجھ کر کرنے والوں کو گمراہ اور ان کی امامت و بیعت کو بھی فسق و فجور قرار دیا۔ صرف اس لئے کہ انہوں نے ضرورت شدیدہ کے علاوہ تصویر کشی اور ویڈیو گرافی کو حرام قرار دیا ہے۔ اور خود بلا ضرورت تصویر کشی اور ویڈیو گرافی کو جائز قرار دیا اسی لئے جناب کے کارنامے باعث فسق و فجور نہیں، بلکہ مسلک اعلی حضرت کے امین و نگہبان۔ فیا للعجب

اشہریوں کی مغالطہ خوری:

اس مقام پر کسی شخص کی تردید یا اس کی تضحیک مقصود نہیں ہے، بلکہ صرف اشہری فکر کی مغالطہ آرائی کی تردید اس خیال سے کی جاتی ہے، تاکہ حق قبول کر لے۔ اسی لئے مکتوب کے مرسل کا نام حذف کر دیا گیا۔

جناب مولانا غلام یسین صاحب!

بعد سلام مسنون عرض ہے کہ جناب نے اپنے موبائل نمبر ۔۔۔۔ سے یہ میسیج ارسال کیا ہے۔

" غیر ضروری باتوں میں نہ جاتے ہوئے اصل عنوان میں بات کریں۔

مولانا ۔۔۔ صاحب اپنا مسلک اور موقف بتا کر سرکار تاج الشریعہ کی غلامی اور مجتبی شریف سے بیزاری کا اعلان عام کریں یہی اُنکے لئے بہتر ہوگا ورنہ علاقہ تلنگانہ میں بدترین بدنامی برداشت کرنے کے لیے تیار ہو جائیں''

اس سلسلے میں عرض ہے کہ اعلی حضرت امام اہل سنت قدس سرہ اپنے وصایا شریف، ص16 میں ارشاد فرماتے ہیں:

"میرا دین و مذہب میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے''

کیا آپ اس وصیت مبارکہ کے مطابق عمدۃ المحققین حضرت علامہ الشاہ مفتی غلام محمد خان صاحب قبلہ علیہ الرحمہ اور حضرت علامہ شاہ مفتی مجتبی شریف خان صاحب قبلہ کے متعلق اعلان عام قبول کریں گے؟ اگر آپ" ہاں" کہتے ہیں تو ہم اپنے بزرگوں کے بارے میں اپنے موقف کو واضح کر دیں گے۔

اب یہاں آپ کی شرعی ذمہ داری ہے کہ آپ اس بات کا اعلان کریں کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ کی کتابوں سے جو کچھ حق بات واضح ہوگی میں اسے قبول کروں گا اور اس سے سر مو انحراف نہیں کروں گا اور اگر میں نے ایسا نہیں کیا تو پورے علاقہ تلنگانہ میں لوگوں کو مسلک اعلیٰ حضرت سے دور کرنے والا قرار پاؤں گا۔

ہم نے یہ بات اس لیے لکھی کہ آپ نے اپنے میسیج میں یہ لکھا کہ غیر ضروری باتوں میں نا جاتے ہوئے اصل عنوان میں بات کریں۔

نوٹ:۔ مولانا غلام یسین صاحب آپ نے جو مطالبہ کیا ہے اس مطالبہ کو دستخط کے ساتھ لکھ کر دیں اور ہماری مذکورہ بالا باتوں کا اس میں لحاظ رکھیں اور اب ادھر ادھر ہرگز نہ جائیں۔

فقط

جوابی خط بنام مولوی۔۔۔۔صاحب

مولانا۔۔۔۔۔۔۔۔۔صاحب!

آپ کا پوسٹ آنے کے بعد جیسا کہ معلوم ہے میرے ایک عزیز شاگرد کو اچانک ہارٹ کا پرابلم آ گیا تھا۔انہیں کو لیکر پریشان رہا۔اسی درمیان آپ نے جوابی تحریر کیلئے تقاضا بھی کیا۔مگر تحریری کام ایسا نہیں ہے کہ جب چاہا قلم اٹھا کر گھسیٹ دیا، بلکہ اطمنان قلبی میسر ہو تو بہتر انداز میں لکھا جاتا ہے۔ ان کے ڈسچارج کے بعد قدرے سکون ملا۔مگر خانگی حالات اور مدرسے کی ذمہ داری نے وقت نہ دیا لیکن پھر بھی عدیم الفرصتی کے باوجود تھوڑا تھوڑا کر کے آپ کا جواب تیار کرتا رہا۔

تو مولوی صاحب آپ کا مکتوب بغور دیکھا، آپ نے جو اعلی حضرت قدس سرہ کی وصیت پیش کی ہے۔اس سے کہنا کیا چاہتے ہیں۔آپ ہم سے کس بات کے اعلان کا مطالبہ کر رہے ہیں۔پہلے پیراگراف میں اسکا ذکر نہیں ہے۔اور جس بات کا ذکر ہے، اسے ہم آخر میں بیان کریں گے، اس سے پہلے دوسرے پیراگراف میں جس کا مطالبہ کرتے ہوئے لکھا ہے، پہلے اس کا تحقیقی جائزہ لے لیتے ہیں۔آپ نے لکھا ہے۔

"اب یہاں آپ کی شرعی ذمہ داری ہے کہ آپ اس بات کا اعلان کریں کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ کی کتابوں سے جو کچھ حق بات واضح ہوگی میں اسے قبول کروں گا اور اس سے سرمو انحراف نہیں کروں گا اور اگر میں نے ایسا نہیں کیا تو پورے علاقہ تلنگانہ میں لوگوں کو مسلک اعلیٰ حضرت سے دور کرنے والا قرار پاؤں گا۔

تو مولوی صاحب آپ کے اس اقتباس سے واضح اور روشن ہے کہ یا تو آپ فریب خوردہ ہے۔یا فریب دہندہ۔آپ کی فریب خوردگی یا دہندگی کو سمجھنے کے لئے دو نکتے پیش کئے جاتے ہیں۔

اول نکتہ:" اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ کی کتابوں سے جو کچھ حق بات واضح ہوگی۔

نکتہ دوم: اعلی حضرت کی کتابوں میں جو کچھ حق بات واضح ہے۔

"یعنی ہوگی" اور ہے میں کس قدر معنوی، نحوی اور صرفی واضح فرق ہے۔وہ کسی بھی اہل علم پر مخفی نہیں اور آپ سیدھی پگڈنڈی کی "ہے" کی بجائے ٹیڑھی راہ ہوگی" میں الجھے ہوئے ہیں۔اگر ہے پر غور کرتے تو ہوگی کے دل کش فریب میں مبتلا نہیں ہوتے۔

ظاہر ہے کہ اعلی حضرت علیہ الرحمہ کی کتابوں میں جو کچھ حق بات واضح ہے، تو اسے تسلیم کرنے میں کس سنی کو انکار ہو سکتا ہے؟

البتہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ کی کتابوں سے جو کچھ حق بات واضح ہوگی مطلب کوئی اعلی حضرت قدس سرہ کی تحریروں اور کتابوں کے حوالے سے اپنی تحقیق کو مزین کیوں نہ کردے، اگر وہ بات اعلی حضرت کی ظاہر تحقیق کے مطابق نہیں تو اسے کسی سنی کو تو دور جانے دیجئیے، کسی غیر سنی محقق کو بھی تسلیم نہیں ہوگا۔

کیونکہ اس طرح کسی کی بھی کتابوں اور تحریروں سے حلال کو حرام اور جائز کو ناجائز ثابت کرنے کی دھاندلیاں بہت ہو چکی ہیں، دور کیوں جائے ابھی حال ہی میں کچھ شرپسند عالموں نے محرم شریف میں ڈھول باجے تاشے کو جائز قرار دیا، اور حوالہ فتاوی رضویہ شریف ہی سے دے کر ثابت کر رہے ہیں۔کیونکہ نکتہ آفرینی سے کچھ بھی ثابت کیا جا سکتا ہے، تو کیا محرم شریف میں ڈھول باجے تاشے کی جواز کو تسلیم کیا جائے گا۔ہرگز نہیں۔

اور جب اعلی حضرت علیہ الرحمہ کی کتابوں سے کوئی مسئلہ آپ واضح کریں گے جو کہ الفاظ واضح ہوگی" سے مستفاد ہے۔تو پھر وہ تحقیق اعلی حضرت کی رہ جائے گی۔یا وہ آں جناب کی ہو جائے گی۔اور جب وہ تحقیق آپ کی ہوئی۔تو اسے قبول کرنے کا مکلف کیوں بنایا جا رہا ہے۔یا پھر یہ کون سی منطق ہے کہ آپ کی تحقیق ہی "مسلک اعلی حضرت" ہے، اسی لئے اسے قبول نہ کرنے کی صورت میں تلنگانہ کے لوگوں کو مسلک اعلی حضرت سے دور کرنے کا ملزم قرار پایا۔مخمل میں ٹاٹ کا پیوند۔

اعلی حضرت قدس سرہ کی وصیت پیش کرنے کے بعد آپ نے جو کچھ لکھا ہے، وہ تو اور بھی مضحکہ خیز ہے، ایسی نکات آفرینی! اللہ کی پناہ۔آپ نے لکھا ہے۔

"میرا دین و مذہب میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے" کیا آپ اس وصیت مبارکہ کے مطابق عمدۃ المحققین حضرت علامہ الشاہ مفتی غلام محمد خان صاحب اور حضرت علامہ شاہ مفتی مجتبی شریف خان صاحب کے متعلق اعلان عام قبول کریں گے؟"

آپ خود ہی فکری بساط بچھا کر غور کو کام میں لائے، مذکورہ اقتباس میں عبارت کے یہ الفاظ کیا آپ اس وصیت مبارکہ کے مطابق" چیخ چیخ کر یہ نہیں بتا رہا ہے کہ آپ اعلی حضرت علیہ

الرحمہ کے دین و مذہب کی تعبیر و مصداق اپنے عمدۃ المحققین اور مفتی مجتبیٰ شریف کو سمجھتے ہیں۔؟ اور حد یہ ہے کہ آپ اپنی اس بے سر و پیر گمراہ کن خیال کو مجھے نہ صرف قبول کرنے کی دعوت دی بلکہ قبول کرنے کے لئے اعلان عام کا مطالبہ بھی کر رہے ہیں۔

افسوس! اگر ملت کے نوجوانوں کی فکری اڑان یہی رہی تو وہ دن دور نہیں جب سب اپنے پیران کرام کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا دین و مذہب بنا کر پیش کرتے نظر آئیں گے، جیسا کہ آپ نے کوشش کی ہے، اور ہر روز ایک فتنہ کھڑا ہوتا رہے گا۔

فقط: محمد غلام یٰسین رضوی

نوٹ: یہ خط لکھ لیا گیا تھا، مگر کسی وجہ سے مکتوب الیہ تک بھیجا نہیں گیا۔

❑❑❑



دبستان یاسینی کے مشاہیر لالہ و گل کی مختصر فہرست

	تلنگانہ	
1	مولانا مفتی اکبر حسین مصباحی ضیائی خلیفہ قائد ملت و صدر المدرسین الجامعۃ الرضویہ انوار العلوم ہاشمی کالونی نظام آباد تلنگانہ۔	
2	مولانا مفتی محمد یوسف رضا امجدی بانی و مہتمم جامعہ جواری الفاطمہ للبنات نظام آباد۔	
3	حافظ و قاری مولانا اکمل رضا رضوی بودھن مقیم حال بورہ بنڈہ حیدر آباد خلیفہ قائد ملت۔	
4	حافظ و قاری سید محسن رضا حسینی اسماعیلی خلیفہ حضور گلزار ملت جلا پلی فارم ضلع نظام آباد	
5	مولانا مفتی عبد العزیز رضوی خلیفہ قائد ملت نظام آباد	
6	حافظ و قاری مولانا مفتی وزیر بیگ رضوی بن محمد رحمت بیگ کو پر گہ تعلقہ بودھن ضلع نظام آباد امام و خطیب مسجد لنگم پیٹ۔	
7	مولانا مفتی جاوید اختر رضوی بانی و مہتمم جامعہ قادریہ رضویہ بودھن روڈ منڈل ردرور ضلع نظام آباد۔	
8	مولانا مفتی محمد یوسف بیگ رضوی بن محمد رحمت بیگ کو پر گہ تعلقہ بودھن ضلع نظام آباد	
9	مولانا اطہر رضا کو پر گہ تعلقہ بودھن ضلع نظام آباد	
10	حافظ غلام مرتضی رضوی ہنگر گاہ فارم نظام آباد	
11	حافظ سید احمد رضوی ابن سید چنو میاں بانی مدرسہ گلشن آمنہ للبنات سلیمان فارم	
12	حافظ و قاری مولانا محمد توفیق رضا نظام آباد	
13	حافظ و قاری مولانا ناصر رضا بانسواڑہ	
14	حافظ عبد المبین نظام آباد مقیم حیدر آباد	
15	حافظ غلام احمد خان صدر مدرس ظاہر العلوم سارنگ پور نظام آباد	
16	مولانا ساجد رضا رضوی نظام آباد چھوٹی مسجد کچیان	

17	مولانا ذکی اللہ رضوی نظام آباد	
18	حافظ نوید عالم نرمل	
19	مولانا اسرار احمد چشتی منڈل رنجل نظام آباد خلیفہ سید احمد علی شاہ قادری شطاری	
20	حافظ محمد افروز عالم جانکم پیٹھ نظام آباد	
21	حافظ محمد رفیق عالم رضوی صدر مرکز الجامعۃ الرضویہ انوار العلوم ہاشمی کالونی نظام آباد	
22	حافظ محمد ابراہیم رضا رضوی نظام آباد	
23	حافظ محمد ندیم احمد میمن نظام آباد	
24	حافظ محمد سراج احمد میمن نظام آباد	
25	حافظ محمد غوث نظام آباد	
26	حافظ محمد منیر رضا نظام آباد	
27	حافظ ذیشان رضا بودھن	
28	حافظ عمران میمن نظام آباد	
29	مولانا شوکت رضا حیدر آباد	
30	حافظ محمد اشفاق رضا بودھن	
31	حافظ عبد السلام بن ابو الحقانی رکاس پیٹھ وارڈ نمبر 1 بودھن	
32	مولوی اعجاز چیک پوسٹ نظام آباد	
33	حافظ وقاری سید بلال رضا نظام آباد	
34	حافظ وقاری محمد یونس رضا موسرا	
35	حافظ وقاری محمد معین الدین نظام آباد	
36	حافظ وقاری محمد وسیم رضوی نظام آباد	
37	حافظ وقاری محمد ندیم قریشی نظام آباد	

38	حافظ وقاری محمد رفیق رضوی نظام آباد	
39	حافظ وقاری محمد انصار رضا سالورہ بودھن	
40	حافظ وقاری محمد ولی الدین نظام آباد	
41	مولانا غلام رسول نظام آباد	
42	حافظ وقاری محمد اسحاق رضوی نظام آباد	
43	حافظ وقاری محمد وسیم رضا ٹاکلی	
44	حافظ غلام سرور بن شیخ امام [مرحوم] جلا پلی فارم تعلقہ بودھن ضلع نظام آباد	
45	حافظ سید ایوب علی بن سید سعد اللہ آکاش نگر نوی پیٹھ ضلع نظام آباد	
46	حافظ عبد الرحمن بن محمد ابو الحقانی رکاس پیٹھ وارڈ نمبر 1 بودھن	
47	حافظ غلام احمد رضا بن عبد الواحد رودرور بودھن	
48	حافظ محمد ابرار بن محمد اقبال رکاس پیٹھ بودھن	
49	حافظ عبد الماجد بن سید موسیٰ کھد گاؤں منڈل بچکنڈہ نظام آباد	
50	حافظ وقاری شیخ محمد واجد بن شیخ احمد رام نگر سارنگ پور نظام آباد	
51	حافظ محمد عبد الجلیل بن محمد سلیم مستعد پورہ نظام آباد	
52	حافظ محمد عبد الجلیل بن محمد مستان فارم ضلع نظام آباد	
53	حافظ محمد سید علی بن عبد الستار ہاشمی کالونی نظام آباد	
54	حافظ وقاری محمد جعفر خان بن عبد العزیز خان احمد پورا کالونی نظام آباد	
55	حافظ وقاری غلام فرید خان بن غلام سرور خان ہاشمی کالونی نظام آباد	
56	حافظ وقاری محمد جمال رضوی بن محمد اسماعیل پولکل تعلقہ بچکنڈہ ضلع نظام آباد	
57	حافظ محمد اطہر رضا جیلانی بن محمد عبد القادر شکر نگر بودھن	
58	حافظ محمد عمران بیگ رضوی بن محمد عبد الکریم بیگ شانتی نگر نظام آباد	

59	حافظ محمد شکیل رضوی بن محمد حسین صاحب رنجل بیس تعلقہ بودھن	
60	حافظ وقاری محمد غلام غوث رضوی بن محمد سعد اللہ صاحب سلیمان فارم تعلقہ بودھن	
61	قاری محمد منہاج خان بن محمد عزیز خان رئیس پیٹھ بودھن	
62	حافظ محمد سلمان رضا بن عبد العظیم صاحب نظام آباد	
63	حافظ وقاری محمد شعیب ولد محمد زین الدین نندی پیٹھ ضلع نظام آباد	
64	حافظ وقاری مولانا محمد ذبیح اللہ بن شیخ عیسیٰ گنڈ الہ ضلع عادل آباد تلنگانہ	
65	حافظ وقاری مولانا محمد حسن صاحب بن ابراہیم صاحب اعلی گوڑہ ضلع عادل آباد	
66	حافظ وقاری مولانا محمد عبد الرحیم بن شیخ احمد کیشو پٹنم ضلع عادل آباد	
67	حافظ وقاری محمد واصل احمد ولد محمد عقیل شربتی کنال بودھن	
68	حافظ وقاری محمد جنید ولد محمد اختر ہنگر گہ فارم ضلع نظام آباد	
69	حافظ وقاری محمد نادر الاسلام بن منصور عالم	
70	حافظ وقاری محمد عارف ولد مقصود عالم	
71	حافظ رفیق رئیس پیٹھ رکاس پیٹھ بودھن	
72	حافظ وقاری محمد انیس الرحمن بن محمد خلیل الرحمن	
73	حافظ وقاری محمد سلمان بن محمد داؤد نظام آباد	
74	حافظ وقاری محمد اسرار بن سید محمد اعجاز پٹھا خرد منڈل بودھن	
75	حافظ وقاری محمد عبد الجلیل [مرحوم] بن اسماعیل سلیمان فارم تعلقہ بودھن	
76	حافظ وقاری محمد عبد الطیف بن شیخ احمد نندی پیٹھ ضلع نظام آباد	
77	حافظ وقاری غلام احمد رضا بن محی الدین ہسگل	
78	حافظ وقاری محمد عبد الرحیم ولد عبد العلیم بانسواڑہ ضلع نظام آباد	
79	حافظ وقاری محمد اشفاق ولد عباس علی منڈل بچکنڈہ ضلع نظام آباد	

80	حافظ وقاری محمد اکرم رضا ولد محمد اکبر خان جلال پور ضلع نظام آباد	
81	مولانا حافظ وقاری محمد شفیع الدین نظام آباد	
82	حافظ محمد صادق ٹاکلی تلنگانہ	
83	حافظ سید احمد ٹاکلی تلنگانہ	
84	حافظ سرور جلا پلی فارم تلنگانہ	
85	حافظ احمد رضا ہسگل تلنگانہ	
86	حافظ عبد المبین بانسواڑہ	
87	حافظ محمد جمال بچکنڈہ	
88	مولانا احمد رضا نظام آباد	
89	مولانا محمد عیسی رضوی گنڈ الہ عادل آباد	
90	مولا محمد غالب رضوی گنڈ الہ عادل آباد	
91	مولانا محمد ہارون رضا گنڈ الہ عادل آباد	
92	حافظ محمد افروز عالم جانکم پیٹھ نظام آباد	
93	حضرت حافظ محمد انصار رضا صاحب فتح پور	
94	حضرت حافظ محمد اسرار رضا صاحب حیدر آباد	
95	حضرت حافظ محمد عبد السلام صاحب بودھن	
96	حضرت حافظ محمد واجد رضا صاحب سارنگ پور	
97	حضرت حافظ محمد ابرار رضا صاحب بودھن	
98	حضرت حافظ محمد جمال رضا صاحب پولکل	
99	حضرت حافظ محمد عباس رضا صاحب ڈور	
100	حضرت حافظ محمد معین بیگ کو پرگہ	

101	حضرت حافظ محمد مسعود صاحب کوپرگہ	
102	حضرت حافظ محمد شکیل رضا صاحب بودھن	
103	حضرت حافظ محمد احمد رضا صاحب اکبر نگر	
104	حضرت حافظ محمد محبوب ذیشان رضا صاحب	
105	حضرت حافظ محمد شاہنواز رضوی صاحب	
106	حضرت مولوی محمد اعجاز رضا صاب	
107	حضرت مولانا حسن رضا صاحب ایلمہ گوٹہ	
108	حضرت حافظ محمد عادل رضا صاحب بودھن	
109	حضرت حافظ محمد معین الدین رضوی صاحب چندور	
110	حضرت مولانا محمد عبدالرحیم کیشو پٹنم	
111	حضرت حافظ محمد عبدالرحیم بسوائے پلی	
112	حضرت مولانا عبدالکلیم رضوی نظام آباد	
113	حضرت حافظ افروز رضا نظام آباد	
114	حافظ عبدالمبین رضوی بودھن	

کرناٹک

115	حافظ وقاری محمد خواجہ ولد احمد صاحب اوراد ضلع بیدر کرناٹک	
	مہاراشٹر	
116	حضرت حافظ وقاری سید ایوب علی رضوی کلیم نوری (مہاراشٹر) امام وخطیب مسجد ہاشمی قلعہ روڈ نظام آباد، وخلیفہ قائد ملت علامہ عسجد رضا خان بریلی شریف۔	
117	حافظ عبدالماجد کنڈلواڑی ضلع ناندیڑ مہاراشٹر	
118	حافظ محمد عبدالصمد کنڈلواڑی ضلع ناندیڑ مہاراشٹر	

119	حافظ محمد رفیق رضوی بن محمد یوسف قریشی کنڈلواڑی تعلقہ بلولی ضلع ناندیڑ مہاراشٹر	
120	مولانا قاری قیصر رضا بن محمد بابومیاں دھرماد ضلع ناندیڑ مہاراشٹر	
121	حافظ وقاری اکمل رضا دھرم آباد	
122	حافظ محمد اشفاق بن محمد شوکت، برکت نگر پربھنی مہاراشٹر	
123	حافظ محمد شارق رضا بن عبدالرحیم کھوجہ کالونی ناندیڑ مہاراشٹر	
124	حافظ محمد رفیق بن عبدالوحید بلولی ضلع ناندیڑ	
125	حافظ محمد عباس رضوی بن احمد حسین ڈور تعلقہ بلولی ضلع ناندیڑ	
126	حافظ سلمان ڈور تعلقہ بلولی ضلع ناندیڑ	
127	حافظ وقاری محمد لائق برکاتی بن محمد اسحاق قریشی صاحب کنڈلواڑی ضلع ناندیڑ مہاراشٹر	
128	حافظ وقاری محمد شعبان بن محمد علیم الدین ممبئی مہاراشٹر	
129	حافظ شارق ناندیڑ مہاراشٹر	
130	حضرت حافظ محمد عبدالماجد رضا کھدگاؤں	
131	حافظ عبدالغفار رضوی دھرم آباد	
	اترپردیش	
132	حضرت مولانا حافظ غلام محی الدین رضوی غازی پور (اترپردیش) خلیفہ قائد ملت وبانی دارالعلوم اہل سنت غریب نواز نزد عیدگاہ مدینہ نظام آباد۔	
	بہار	
133	احقر راقم الحروف محمد ساجد رضا قادری مرتضوی۔ جگناتھ پور آباد پور بارسوئی کٹیہار۔ مقیم حال: امام وخطیب جامع مسجد نوری ویرانہ گٹہ، منڈل رنجل نظام آباد تلنگانہ۔	
134	حضرت حافظ وقاری محمد جابر حسین رضوی باسا گاؤں بارسوئی کٹیہار بہار صدر مدرس مدرسہ سراج العلوم باسا گاؤں بارسوئی کٹیہار بہار۔	

135	حضرت حافظ وقاری سہیل اختر رضوی باسا گاؤں بارسوئی کٹیہار بہار نائب صدر مدرس سراج العلوم باسا گاؤں بارسوئی کٹیہار۔	
136	حضرت حافظ وقاری خورشید عالم رضوی جگناتھ پور آباد پور بارسوئی کٹیہار بہار مدرس شعبہ حفظ دارالعلوم غوثیہ قادریہ کمارڈانگھا ضلع اتر دیناج پور۔	
137	حضرت حافظ وقاری عبدالرقیب رضوی بچپاری آباد پور بارسوئی کٹیہار، صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ ملائباڑی تھانہ چانچل ضلع مالدہ بنگال۔	
138	حضرت حافظ وقاری غلام احمد رضا رضوی بیلوانیاٹولہ بارسوئی کٹیہار بہار۔ مدرس مدرسہ (K.B.K.R) کے بی کے آر اسلامیہ نظامیہ کنوابرج تھانہ چانچل ضلع مالدہ۔	
139	حافظ عبدالحلیم بنگوا کٹیہار بہار	
140	حافظ عبدالرزاق جگناتھ پور بارسوئی	
141	حافظ محمد جنید رضوی بن جمیل اختر رکتہار آباد پور	
142	حافظ وقاری عبدالشکور بن محمد عبدالستار بڑھیالہ بشن پور بارسوئی کٹیہار بہار	
143	حافظ محمد ارشاد کشن گنج بہار	
144	حافظ محمد نسیم رضا سیتامڑھی بہار	
145	حافظ محمد نور عالم رضوی بن غلام محی الدین، جبد پور پوسٹ سوانند پور تھانہ آباد پور ضلع کٹیہار بہار	
146	محمد ارمان علی بن یوسف علی باسا گاؤں پوسٹ جلکی اعظم نگر کٹیہار بہار	
147	حافظ محمد آصف بن محمد مزمل اسلام کٹیہار بہار	
148	حافظ وقاری محمد معزالدین رضوی بن محمد نسیم الدین جگناتھ پور کٹیہار بہار	
149	حافظ وقاری محمد ابوالحسن بن محمد سعیدالرحمن بگھور ضلع کٹیہار بہار [کمپیوٹر ڈپلومہ]	
150	حافظ وقاری محمد شاہنواز بن محمد عبدالقادر پرمانک ٹولہ آباد پور کٹیہار بہار	

151	حافظ وقاری محمد نثار بن محمد الیاس ضلع کشن گنج بہار	
152	حافظ وقاری محمد رضاء الحق بن بن محمد شمس الحق تسلیہ آباد پور کٹیہار بہار	
153	حافظ وقاری محمد مسیح الرحمن بن محمد ہارون رشید بگھور ہاٹ ضلع کٹیہار بہار	
154	حافظ وقاری محمد شجاع الدین ولد سعیدالرحمن بگھور بارسوئی کٹیہار بہار	
155	حافظ وقاری محمد اشرف ولد محمد مختار عالم بشن پور بارسوئی کٹیہار	
156	حافظ وقاری محمد عبدالحسیب ولد محبوب عالم بشن پور بارسوئی کٹیہار بہار	
157	حافظ وقاری محمد شاہنواز ولد محمد انصار عالم بیلوانیاٹولہ سنکولہ بارسوئی کٹیہار	
158	حافظ وقاری محمد شفیق الحق ولد عطاءالدین پچبریا پوسٹ سنکولہ بارسوئی کٹیہار	
159	حافظ وقاری محمد غلام یزدانی بن محمد شفیق الاسلام بیلوانیاٹولہ بارسوئی کٹیہار	
160	حافظ محمد عارف رضا مستری ٹولہ آباد پور	
161	حافظ محمد مامور بچپاری آباد پور کٹیہار	
162	حافظ مظاہر باسا گاؤں بارسوئی	
163	حافظ محمد مسعود پچبریا آباد پور کٹیہار	
164	حافظ محمد ارشاد کشن گنج بہار	
	بنگال	
165	حافظ وقاری محمد جہانگیر رضا بن محمد مختار عالم مڑھا گاچھی ضلع مالدہ بنگال	